ماہنامہ
مجلّۃ الحقیقہ
محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
اپریل ۲۰۰۱ء



چیچنیا

روسی مظالم کی دلخراش داستان

کیا قتال فی سبیل اللہ ہی جہادِ اکبر ہے؟

ایک مفتی کی تلبیسی تحریر کا علمی محاکمہ

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا انکار یہودیوں کے نظریہ توحید کی پیروی ہے

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

حدیث قسطنطنیہ کی روشنی میں کردار یزید کا تحقیقی جائزہ

شاہِ لاثانی کے شیخِ لاثانی خواجۂ خواجگان باوا جی سرکار چوراہی رحمۃ اللہ علیہ



کشمیر بزورِ شمشیر

فدائی حملے..... تحریک جہاد 111 بریگیڈ کے دو کمانڈر شہید

مجلّہ الدعوۃ کی سنگینیاں...؟

حمد و نعت

خدا توفیق دے ہردم ثنائے مصطفیٰ لکھوں
کہ یہ حمد خدا ہے کیوں نہ پھر حمد خدا لکھوں

کوئی بھی حرف میں ہرگز نہ اس کے ماسوا لکھوں
خدا کی حمد یا نعت شہِ ہر دوسرا لکھوں

نبی کی نعت ہے ان کو حبیب کبریا لکھوں
خدا کی حمد ہے اس کو خدائے مصطفےٰ لکھوں

نبی کو نور حق ، آئینہ وحدت نما لکھوں
سراسر شاہکار قدرتِ رب علا لکھوں

وہ مظہر ہیں خدائے پاک کی حاجت روائی کے
بجا ہے ان کے ہر محتاج کو حاجت روا لکھوں

وہ خلاق دو عالم ہے ، یہ ہیں مقصود عالم
اسے خالق ، انھیں کونین کی وجہ بنا لکھوں

نبی کانام لے جو غایتِ تکریم والفت سے
اسے مومن ، موحد ، حق شناس و پارسا لکھوں

خدا کے بعد جو سمجھے نبی کو حاضرو ناظر
حقیقت ہے اگر اس کو حقیقت آشنا لکھوں

کجا وہ رحمت عالم کجا میں عاصی و مجرم
بشر ہو کر بھلا خیر البشر کی کیا ثنا لکھوں

خرد ششدر سمجھ ویراں، نظر تیرہ ، قلم عاجز
میں کیا جانوں ، میں کیا سمجھوں ، میں کیا دیکھوں ، میں کیا لکھوں

اگر اعجاز میں لکھوں، ثنائے نقش لاثانی
شہنشاہ ولایت شمع بزم اتقیاء لکھوں

(جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(اعجاز حسین اعجاز)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ (التوبہ: ۷۳)

ماہنامہ

مجلۃ الحقیقۃ

محرم الحرام ۱۴۲۲ھ اپریل ۲۰۰۱ء

جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۷

اس شمارے میں

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی
انچارج دفتر الحقیقۃ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ

فی پرچہ : 10 روپے
سالانہ : 100 روپے

پبلشر پروفیسر محمد حسین آسی نے عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا۔

پروفیسر محمد حسین آسی

۷۸۶
۹۲

علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام

شہادت کے شہنشاہ اعظم کا مشن

دیکھو تو حال بخت کے جاہ و جلال کا
دل ہے غلام حضرت زہرا کے لال کا
رخ کربلا کو دیکھ کے تقدیر نے کہا
قبلہ درست ہے پر مرغِ خیال کا
سر تا بپا ہیں حُسن، حَسَن بھی حسین بھی
ہر ایک آئینہ ہے نبی کے جمال کا ﷺ

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت کے شہنشاہ اعظم اگر سرور کائنات، فخر موجودات خواجہ لولاک لما، باعث تخلیق دوسرا، اصل الاصول ہستی، وجہ نمود گیتی، خازن نعمائے دوعالم نازش آدم و بنی آدم حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ افضل التحیۃ و الثناء ہیں تو شہادت کے شہنشاہ اعظم انھیں کے نور نظر، سیدہ زہرا کے لخت جگر، فرزند دلبند علی المرتضیٰ، پیکر ارتضاو اصطفا، نازش فقر وولایت، مجسمہ صبر وشجاعت، شہزادہ گلگوں قبا، شہید دشت کرب و بلا حضور سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ شہنشاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اگر بے مثال بسالت واستقامت کیساتھ پتھر کھا کر لہولہان ہو کر بھی خون کے پیاسوں تک خدا کا پیغام پہنچایا اور آخر اسی پیغام رسانی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنا وطن چھوڑا اور یثرب میں سکونت اختیار کر کے اسے طیبہ، طابہ اور مطیبہ و مدینہ بنایا تھا تو شہنشاہ شہادت نے اپنے عظیم جدامجد کے دین کی حفاظت کے لیے مدینہ و مکہ کا سفر اختیار کیا اور پیغام خدا کی عزت وحرمت پر اپنی اور اپنے اعزہ واحباء کی جانیں نثار کر کے دشت نینوا کو شہادت آباد کر بلا بنا دیا۔ یوں تو تاریخ عالم میں خدا کے نام پر جہاد بھی ہوتے رہے، بارگاہ خداوندی میں جانوں کے نذرانے بھی صدیوں سے پیش کیے جاتے رہے، شہادتگہ الفت میں شانوں سے سر بھی اترتے رہے مگر ایک تو ان کی تعداد نہایت ہی کم تھی اور دوسرے یہ انداز قربانی بھی کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس میں کیا شک ہے کہ حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے خالق و مالک جل مجدہ کے حکم پر اپنے نور نظر سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حلقوم نیاز پر چھری رکھ کر تسلیم ورضا کا جو باب رقم کیا تھا اس کی آب و

تاب میں کیا شک ہے۔ آج تک مہر و وفا کا ایوان بلند اس سے چمک رہا ہے۔ مگر ذرا سوچیے اللہ کا خلیل جارہا ہے تو اپنے فرزند کو ذبح کرنے کے لیے اور اللہ کا ذبیح جارہا ہے تو ذبح ہونے کو اور ادھر نواسہ رسول ایک دو میل کے فاصلے پر نہیں سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے جارہا ہے۔ کس لیے؟ صرف ذبح ہونے کے لیے نہیں اور پھر ایک فرزند ہی کو ذبح کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے متعدد فرزندوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، دوستوں اور جاں نثاروں کو خدا کے نام پر قربان کرنے کے لیے گویا خلیل و ذبیح علیہما السلام کی رسم وفا کو نئے سرے سے جلا بخشنے کے لیے، اسی لیے حکیم الامت حضرت اقبال فرماتے ہیں۔

سر ابراہیم و اسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

ہم اس بات کے سختی سے قائل ہیں کہ کوئی غیر نبی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا اور یوں اللہ کی محبت و اطاعت کا جو جذبہ اللہ کے نبی کو عطا ہوتا ہے، وہ اس حد تک دوسروں کو عطا نہیں ہوسکتا۔ مگر یاد رکھیے منیٰ کی قربانی اور کربلا کی قربانی دراصل خلیل و حبیب علیہما الصلوۃ والسلام کی قربانیاں ہیں۔ یعنی وہ مقدس ہستی جسے اللہ کی خلت کا شرف حاصل ہے۔ تسلیم ورضا کا پیکر بن کر اگر اپنے فرزند اکبر کی گردن پر چھری چلانے کے لیے تیار ہوسکتا ہے تو وہ محبوب جسے اللہ کا حبیب ہونے کا منصب عظیم عطا ہوا ہے۔ اس کی طرف سے قربانی ایک اونٹ یا سو اونٹوں کی نہیں پورے خانوادے کی ہونی چاہیے۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں تاجدار کربلا رضی اللہ عنہ نے جو قربانی پیش کی وہ اپنے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت و وراثت کے طور پر تھی ورنہ حقیقت میں خود حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اپنی محبت اور اپنی محبوبیت کا حق ادا کر رہے تھے۔ اس نکتہ جلیلہ کی مزید وضاحت درکار ہو تو شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی کتاب سر الشہادتین کا مطالعہ کیجیے جس میں انھوں نے ثابت کیا کہ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بڑے لال حضور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت سری اور حضرت زہرا علیہا السلام کے دوسرے لال حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت جہری دونوں دراصل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہی تھیں کیونکہ یہ دونوں لال کان مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے قیمتی لعل تھے اور ان کی قربانی گویا آپ ہی کی قربانی تھی۔ یہاں حضرت حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا ایک پیارا شعر یاد آ گیا، سنیے اور سر دھنیے۔

ان کی ذریت کا ہر ذرہ نہ کیوں ہو آفتاب
سر زمین حسن سے نکلی ہے یہ کان جمال

بعض لوگوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے اس نقطہ نظر سے اختلاف کیا تو شاہ صاحب کی

مزید توثیق وتصدیق غزالی زماں، امام اہل سنت حضرت سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ نے اپنے مخصوص عالمانہ وعاشقانہ محققانہ ومحدثانہ انداز میں فرمادی جو مقالاتِ کاظمی جلد سوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بعض خارجی اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی دشمنی میں یزید وشمر سے تباہ کن عقیدت ومحبت رکھنے والے بدنصیب اسلام کے اس محسن اعظم رضی اللہ عنہ سے کدر کھتے ہیں اوران کی عظیم قربانی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر بات وہی ہے جو خواجہ الطاف حسین حالی نے کہی تھی ، یعنی۔

پردہ ہو لاکھ کینۂ شمر و یزید کا
چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا

ٹکے ٹکے پر اپنے ایمان وضمیر کا سودا کرنے والے یہ دشمنان اہل بیت جو بڑی بڑی ڈھٹائی سے فرزند رسول اور نور دیدہ بتول (صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیٰ آلہ وسلم) پر حصول اقتدار کی خواہش کا بے بنیاد الزام دھرتے ہیں۔ ان کی اپنی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے۔ ایمان واخلاص کا نور کسی گوشے میں نظر نہیں آئے گا۔ یہ ظاہر وباطن کے روگی سمجھ ہی نہیں سکتے کہ دل کی گہرائیوں سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے والے حرص وہوس کی دنیا سے وراء الوراہوتے ہیں، وہ اپنے اللہ کے نام پر سب کچھ قربان کر کے ہی سب کچھ پاتے ہیں۔ دنیائے دنی کا مال دولت، اقتدار واختیار اور سطوت وشوکت ان کی نظر میں ہیچ ہوتی ہے۔

اہل بیت اطہار تو وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو اللہ نے خود پاک فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

ترجمہ:۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (الاحزاب۔ ۳۳)

جنھیں پاک کرنے کا خود اللہ اعلان کرے۔ ان پر اس قسم کے گھناؤنے اعتراضات معاذ اللہ اللہ کی قدرت و صداقت پر اعتراضات ہیں مگر انھیں خدا اور خدا والوں کی عظمت کا کیا پاس۔

اقبال نے ایسے منہ پھٹ لوگوں کو ڈانٹا ہے

مدعائش سلطنت بودے اگر
با چنیں ساماں کے کردے سفر

یعنی اگر آپ کا مقصد اقتدار ہوتا تو جنگجوؤں کی وسیع تعداد اور اسلحہ کے انبار کے برعکس گھر کے اناث وذکور ہی کو ساتھ کیوں لاتے۔

کی کیا قدر کی۔ یں

خیر معترضین کو چھوڑیئے، محبین کی طرف آیئے۔ انھوں نے شہادت کے شہنشاہ اعظم کی عظیم قربانی کی قربانی رو دھو کر، بین علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہر سال قربانی دے کر منائی جائے اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی رو دھو کر، بین کر کے اور بے صبری کا پورا پورا مظاہرہ کر کے منائی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یزید پرستوں کو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم قربانی کا اعتراف نہیں۔ یونہی رونے دھونے والوں کو شہید کربلا کے مشن سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اس شہید اعظم رضی اللہ عنہ کے سچے محبّ وہی ہیں جوان کے اسوہ جلیلہ کو سامنے رکھ کر اسلام کی عزت وحرمت بچانے کے لیے ہر یزید وقت کے منہ پر کلمہ حق کہنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر قربان ہونے کے لیے بیتاب رہتے ہیں۔

سارے واقعہ کربلا کا ماحصل یہ ہے کہ یزید کی ذات فسق وفجور کا مجسمہ تھی اور وہ اسی فسق وفجور میں سارے معاشرے کو بہالینا چاہتا تھا۔ نواسہ رسول اسلام کی اس توہین کو برداشت نہ کرسکا۔ اس نے اپنا ذبح ہونا گوارا کرلیا مگر دین کا ذبح ہونا نہ دیکھ سکا، یہی مطلب ہے میرے خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے نعرہ مستانہ کا۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین، دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

حضرت اقبال نے بھی فکر خواجہ ہی کو یوں پیش کیا

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

حسینی یا یزیدی

مندرجہ بالا گزارشات کو سامنے رکھیے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچئے کہ آخر ہم کیا ہیں اور کیا بننا پسند کرتے ہیں۔ یہ سوال بالکل آسان نہیں اور یونہی اسکا جواب محض سرسری سوچ سے نہیں بلکہ ایمان ودین کے جمیع تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے فکر وعمل کا جائزہ لینا چاہیے۔ اور ٹھنڈے دل سے غور کر کے درست فیصلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم جواب جناب جنرل پرویز مشرف کا ہوگا۔ کہتے ہیں وہ سید ہیں یا بعض

کے قول کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی اولاد مجاز میں سے ہیں یعنی فاروقی ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کے اندر اگر خون شبیری ہے تو بھی اور خون فاروقی تو بھی دونوں کا تقاضا دین حق کی غیرت ہے۔ اسلام کو ان کی حکومت میں پامال کیا جارہا ہو، فحاشی و بے حیائی پروان چڑھ رہی ہو۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی پیاری امت جو دنیا کی ہدایت کا واحد سہارا ہے۔ اس کے فکر و دماغ پر شیطنت مسلط کی جارہی ہو۔ ماقبل اسلام کے کفار و مشرکین کو ہیرو بنا کر پیش کیا جارہا ہو اور جنرل صاحب کا خون شبیری یا خون فاروقی جوش میں نہ آئے بلکہ خود جنرل صاحب پر اس تمام خرافات کی حوصلہ افزائی کا الزام آرہا ہو اور انھیں پرواہ نہ ہو۔ کتنی تکلیف دہ صورت حال ہے ہمیں پاکستان کی حکومت واقتدار سے کوئی دلچسپی نہیں، دلچسپی ہے تو نظام مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ سے ہے۔ آپ سے پہلے نواز شریف سے امید تھی۔ ہم نے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیتے ہوئے مدینہ شریف کی طرف منہ کیا اور التجائے غلامانہ کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حقیر سی نذر قبول کر لیجئے۔ مگر ہوا کیا نواز شریف نے کامیابی کے بعد اپنی پہلی تقریر میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک تک نہ لیا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ اسی تقریر میں جمعہ شریف کی چھٹی منسوخ کر دی۔ محسوس ہوتا تھا جیسے یہ خطاب غیروں کے منشاء کے مطابق ہے اور جسے ہم آزاد سمجھتے تھے وہ پہلوں سے بھی زیادہ امریکہ کا غلام ہے۔ پھر ایک موقعہ آیا نواز شریف نے قانون شریعت نافذ کرنے کا اعلان کیا ہم نے سمجھا دن پھر آئے۔

علی پور سیداں شریف کے تاجدار سیدی و مرشدی قبلہ عالم حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ آنکھوں کا تازہ اپریشن کرا کے ابھی لاہور ہی میں تھے، خبر سنتے ہی خوشی سے نعرہ زنی کرنے لگے، حاضرین نے عرض کیا، حضور! آنکھوں کا مسئلہ بہت نازک ہے، مزید الجھنوں کا خطرہ ہے۔ فرمایا، نبی پاک سرور لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام پر آنکھیں کیا۔ سب کچھ قربان۔ پھر آپ نے اپنے عمومی مزاج کے برعکس اخبارات میں بیانات دیئے اور بزم لاثانی پاکستان کی مرکزی اور ذیلی تنظیموں کی طرف سے نواز شریف کی حمایت میں لاکھوں کی تعداد میں اشتہارات شائع اور تقسیم کیے گئے۔ مگر نواز شریف صاحب پھر کسی مصلحت کا شکار ہو گئے اور ثابت ہو گیا۔

ع کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

تو جنرل صاحب! قدرت نے آپ کے ذریعے اسے اس کی وعدہ خلافی کی سزا دی۔ ہم یہ سمجھے تھے کہ خون شبیری یا خون فاروقی نے اپنا اثر دکھایا ہے مگر افسوس جو کچھ اس دور میں ہوا اب اس سے زیادہ ہو رہا ہے۔ اور اسلام پر جو تیشہ زنی جمہوری دور میں ہوتی تھی۔ فوجی حکومت نے اس کا بھی ریکارڈ توڑ دیا۔ مثلاً نواز شریف نے یہ تو کیا کہ اسلام دشمن اور ملک دشمن این جی اوز کی گرفت کی اور انھیں ذلیل و خوار کرنے کی کچھ کوشش کی مگر افسوس خون شبیری یا خون

فاروقی والے نے اپنا مشیر و وزیر ہی اکثر انھیں چنا جو اسلام کے باغی، امریکہ، ورلڈ بنک، آئی ایم ایف وغیرہ کے غلام، غداروں کے ناز برادر اور این۔جی۔اوز کے سرپرست ہیں۔ آپ کے زیر اہتمام اقتدار سنبھالتے وقت ہمیں امید تھی کہ نواز شریف واجپائی کی آؤ بھگت کر کے اور ہندوستان سے تجارتی تعلقات استوار کر کے جس بے حمیتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ختم ہوگی۔ تحریک کشمیر کی سرپرستی ہوگی اور کالا باغ ڈیم بن جائے گا مگر قوم کو قحط سالی کے خطرات سے دو چار دیکھ کر بھی آپ نے اپنے وزیروں مشیروں کے مشورے سے انھی غداروں کی رائے کو اہمیت دی جن کا ماضی پاکستان دشمنی کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ دانستہ و نادانستہ صوبائیت اور علاقائیت کو وہ فروغ بخشا جو آپ کے دور سے پہلے کبھی اس حد تک نہیں تھا۔ اگر ملت کے غداروں میں کسی سرحدی، سندھی یا بلوچی گاندھی کا خون ناچ رہا ہے اور وہ اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں تو آپ بھی اپنے شبیری فاروقی خون کی حمیت کا مظاہر کریں، ورنہ یاد رکھیے قدرت آپ سے بھی انتقام لے گی۔ یہ پاکستان حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا تبرک اور عطیہ ہے۔ خداوند کریم اس کا محافظ ہے۔ جو شکست و ریخت ہونی تھی، ہو چکی اب انشاء اللہ اس کے دشمنوں کے مٹنے کا وقت آرہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اسلام و پاکستان کے دشمنوں کی ذلت و خواری و تباہی آپ کے ہاتھوں سر انجام پائے۔ اگر آپ نے اپنا مقام پہچان لیا تو یہ سہرا آپ کے سر پر بندھ سکتا ہے۔ ورنہ مجھے تو آپ کے دور حکومت کو دیکھ کر یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اور تو اور، کہیں قیامت کے میدان میں حضرت فاروق اعظم یا حضرت امام پاک رضی اللہ عنہما ہی آپ کے خلاف مقدمہ نہ دائر کر دیں کہ ہمارا بیٹا ہو کر اس نے ہمارے خون کی لاج نہ رکھی اور فاروقیت و حسینیت سے خونی ناتے کے باوجود اس نے یزیدیت کو ترقی دی۔

شیران اسلام

حکیم الامت اقبال علیہ الرحمۃ کے نزدیک ملت کے سارے مسائل کا حل یہی ہے کہ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

اسی قوت عشق کا دوسرا نام حسینیت ہے۔ ضرورت یہ تھی کہ حکومت، مشائخ اساتذہ اور دیگر مذہبی و سیاسی رہنما اسی حسینیت کے جذبے سے سرشار ہو کر قوم کے نوجوانوں کو اس سے سرشار کرتے۔ ہمارے ذرائع ابلاغ، ہمارے دینی و حکومتی ادارے، ہمار انصاب تعلیم سب اسی جوش و جنون کی تربیت کرتے۔ مگر جو کچھ ہو رہا ہے سب کے سامنے ہے اور اب تو ملت کے بہی خواہ جو اس شب تاریک میں روشن ستاروں کی طرح تھے آہستہ آہستہ غروب ہو رہے ہیں اور تاریکیاں بڑھ رہی ہیں۔ اس پریشان کن صورت حال میں محض اللہ کی قدرت و رحمت کے توکل اور رحمۃ للعلمین صلی

اللہ علیہ وسلم کی بندہ نوازی کے بھروسے پر قوم کو اسی جذبہ عشق یا حسینیت سے سرشار کرنے کے لیے ایک چھوٹی سے تنظیم ''شیران اسلام'' کے نام سے بنائی گئی۔ اپنے محدود وسائل کی بنا پر مقاصد میں بھی بہت زیادہ وسعت نہیں تھی۔ ارادہ تھا کہ اس کا ایک مجلّہ بھی ہونا چاہیے جو اسلام کے خلاف ہونے والی اندرونی و بیرونی سازشوں کا پردہ چاک کرے اور ملت کو اسلام اور محسنین اسلام کا شیدا بنائے۔ دیکھئے کرم رب کریم وقدیر کا، فضل حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کہ بزرگوں کی دعاؤں سے مجلّہ الحقیقہ بھی جاری ہوگیا اور تنظیم بھی پھیلنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دور دور تک ان دونوں کا شہرہ ہوگیا اور خدا اور رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے فضل وکرم سے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

رب العلمین جل مجدہ نے اپنے حبیب کریم حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو کامیابیاں بخشی ہیں، ان میں ایک قابل ذکر کامیابی بسنت کی کامیاب مخالفت ہے۔ موجودہ دور میں بسنت سرکاری سطح پر منایا جا رہا ہے اور جس شہر میں اسے منانے کی جو تاریخ طے پاتی ہے وہ رات بدترین شور شرابے کی رات ہوتی ہے۔ لاہور، گوجرانوالہ اور کہاں کہاں نہیں منایا گیا۔ شکر گڑھ میں بھی بعض منچلوں نے ایک تاریخ مقرر کر لی تھی مگر شیران اسلام نے متعدد بینرز شہر کے چوکوں اور سڑکوں پر لگا کر اہل شہر کے جذبہ عشق کا ابھارا تو بحمدہ تعالیٰ نہایت ہی کامیابی ہوئی اور عام لوگوں نے محسوس کیا کہ قوم نے خاطر خواہ اثر لیا۔ یہ ایک خوشگوار تجربہ تھا۔ جس نے ہمارے حوصلے بڑھائے۔ گویا یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ آوارگی وفحاشی و بے دینی کی اشاعت میں اصل قصور عوام کا نہیں، بلکہ تربیتی اداروں کا ہے۔ اگر آج بھی قوم کو راہ پر لانے کی مخلصانہ کوشش کی جائے تو انقلاب آسکتا ہے۔

بعض بینروں کی عبارات آپ بھی دیکھ لیں اور ہو سکے تو آئندہ سال اس جہاد میں حصہ لیں۔

۱۔ بسنت منانے والو! کل قیامت کو کیا جواب دو گے۔

۲۔ بسنت منانے والو! تمھارا ہندوؤں سے کیا رشتہ ہے۔

۳۔ بسنت منا کر خدا اور رسول خدا کو مت ناراض کرو۔

۴۔ بسنت منانا نظریہ پاکستان سے غداری کے مترادف ہے۔

۵۔ ایک کام کرو! بسنت مناؤ یا قربانی دو۔

۶۔ بسنت منانے والوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا اور شرمانا چاہیے۔

۷۔ جو مسلمان ہے اسے مشرکانہ رسوم سے بچنا چاہیے۔

۸۔ توحید کے علمبردارو بسنت کیوں مناتے ہو۔

۹۔ بسنت منانا جشن بہاراں کی نہیں، بے حسی اور بے غیرتی کی علامت ہے۔

۱۰۔ ہم اسلام کے فرزند ہیں۔ بسنت کیوں منائیں۔

۱۱۔ بسنت منانا ایک ہندو گستاخ رسول حقیقت رائے کی تائید وحمایت ہے وغیرہ وغیرہ۔

(قسط ۴)

پروفیسر محمد حسین آسی

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات علیہم التحیۃ والثناء

ایک نوجوان سے گفتگو: چند سال کی بات ہے میں سیالکوٹ میں ہوا کرتا تھا۔ ایک سنی نوجوان کے ساتھ ایک غیر مقلد نوجوان بھی میرے پاس آ گیا اور آتے ہی کہنے لگا کہ میں فی الحال کسی طرف نہیں، مجھے موجودہ فرقوں میں جو سچا ہے (فرقہ) اس کی تلاش ہے۔ میں نے کہا جتنے بھی فرقے ہیں قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے نزدیک قرآن ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی لیے ہر گروہ اپنے عقائد کو قرآن پاک سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ظاہر ہے ہر ایک فرقے کے علماء نے اپنے اپنے ذوق علم کے مطابق قرآن پاک کو سمجھا اور اس سے اپنے عقائد لیے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ان علماء نے اپنے اپنے رنگ میں قرآن پاک کو کس کس طرح سمجھا اور کیا عقیدہ لیا۔ یہ بات انکے ترجموں سے ظاہر ہوگی۔ سب سے پہلے توحید کا تصور ہی لیتے ہیں کہ منکرین اولیاء نے قرآن پاک سے کیسی توحید لی اور اہل سنت نے کیسی؟ (ہم یہاں صرف چند آیات پیش کرتے ہیں اور ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ سورۃ و آیت کا حوالہ موجود ہے۔

تحقیق کرنے والے وہابی دیو بندی ترجمے دیکھ کر فرق کی تصدیق کر لیں۔

آیۃ نمبر ۱: اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ.... (البقرہ ۱۵) ترجمہ اعلیٰ حضرت: اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) مفسرین نے اس سے مراد لی ہے کہ اللہ منافقوں کو استہزا (ٹھٹے مذاق) کی سزا دیتا ہے۔ مگر نجدی ترجموں کا انداز ہے اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے اللہ ان سے دل لگی کرتا ہے، اللہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے، وغیرہ۔

آیۃ نمبر ۲: وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔۔ الخ (آل عمران۔۱۴۱) ترجمہ اعلیٰ حضرت: اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی، مگر منکرین کا ترجمہ عموماً یوں ہے اور تا کہ جان لے اللہ، وغیرہ گویا اللہ کو واقعہ سے پہلے اس کا علم (معاذ اللہ) نہیں ہوتا۔

آیۃ نمبر ۳: وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران۔۱۴۲)
ترجمہ اعلیٰ حضرت: اور ابھی اللہ نے تمھارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔ وہابی حضرات کے ترجموں میں دونوں جگہ اللہ نے ابھی نہیں جانا وغیرہ جیسے الفاظ ہیں۔

آیۃ نمبر ۴: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ (النساء۔۱۴۲)
ترجمہ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا مگر وہابی ترجموں میں منافقین دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی ان کو دغا دے گا۔ جیسے مفاہیم ہیں گویا خدا کو منافق معاذ اللہ دھوکا دے سکتے ہیں اور وہ انہیں معاذ اللہ دھوکا دے گا یا دیتا ہے۔

آیۃ نمبر۵: وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (الانفال۔ ۳۰)

ترجمہ اعلیٰ حضرت: اور اپنا سا مکر کرتے ہیں اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

وہابیوں کی کرم فرمائی دیکھئے اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔

ان ترجموں پر غور کر کے خود فیصلہ کیجئے وہابی خدا کو کیا کیا گالی نہیں دے رہے۔ معاذ اللہ جسے یہ پوجتے ہیں ٹھٹھا کرنے والا، دھوکا دینے والا داؤ چلانے والا۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے انہی آیتوں کا جو ترجمہ کیا ہے۔ اسے بھی سامنے رکھئے بتایئے وہابیوں نے جو توحید اور صفات خداوندی کا علم قرآن پاک سے اخذ کیا ہے کیا اسے معقول اور مومنانہ کہا جا سکتا ہے۔

یہ توحید وہی ہے جو ان منکرین اولیاء کا سب سے بڑا نعرہ ہے جب توحید کے بارے میں ان کے نظریات میں یہ کچھ کجی، تاریکی اور سنڈاس ہے تو نبوت اور دوسرے عقائد کے بارے میں ان کے ترجمے کس حد تک کافرانہ ہوں گے۔

وہ نوجوان یہ سن کر بالکل خاموش ہو گیا ذرا ٹھہر کر اس نے پھر ایک سوال کیا، آخر علی بخش، حسین بخش، غوث بخش یا پیراں دتا، ناموں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا اصل میں اللہ ہی بیٹے بیٹیاں دیتا ہے۔ اس کے سوا اصل معطی اور اولاد دینے والا کوئی نہیں۔ ان ناموں کا معنی اگرچہ یہی ہے حضرت مولا علی، حضرت امام حسین، حضرت غوث پاک اور پیروں کا دیا ہوا۔ مگر مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی دعا توجہ اور وسیلے سے یہ مہربانی فرمائی ہے اور اولاد سے نوازا ہے، ورنہ کارساز حقیقی اسی کی ذات پاک ہے۔ نوجوان کی تسلی نہ ہوئی تو میں نے کہا قرآن پاک سے پوچھ لیجئے کہ یہ اطلاق اور انداز گفتگو ایمان و توحید کے تقاضوں کے مطابق ہے یا شرک آلود ہے سنئے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس تشریف لائے اور اپنے تعارف میں فرمایا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ○ (مریم۔۱۹)

ترجمہ: بولا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

اب فرمایئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس وضاحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبریل بخش کہنا جائز نہیں ہوگا۔ دیکھئے قرآن پاک کا بھی مقصود یہی ہے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مگر اس کا وسیلہ حضرت جبریل علیہ السلام بنے نوجوان کہنے لگا، حضرت جبرائیل نے یوں کیوں فرمایا، انہیں چاہیے تھا کہ اس طرح کہتے یعنی اللہ نے بخشا اور میں صرف ایک ذریعہ ہوں۔ میں نے کہا اب گویا آپ اہل سنت پر اعتراض کرتے کرتے حضرت جبرائیل علیہ السلام تک پہنچ گئے ہیں۔ یعنی آپ کے نزدیک فرشتوں کے سردار نے بھی معاذ اللہ شرک کیا ہے۔ کہیے جو اللہ کے معصوم فرشتوں کے بادشاہ پر شرک کا فتویٰ لگایا چاہتا ہے، اس کا اپنا ایمان کیا ہے۔ پھر سوچئے جبرائیل نے آپ کے فہم کے مطابق معاذ اللہ شرک کیا تو اللہ نے بھی اسی طرح درج کر دیا کیا آپ اللہ پر بھی یہی فتویٰ دیں گے۔ نیز بتایئے کیا جبرائیل اپنی مرضی سے آئے تھے اور اپنی مرضی سے بول رہے تھے قرآن پاک تو انہی کے بارے میں نہیں سب فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○ (النحل۔ ۵۰) اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

کہنے لگا اچھا یہ بتا دیجئے کہ آخر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس انداز گفتگو میں حکمت کیا ہے۔ میں نے کہا ساری

حکمتیں مجھ ایسا جاہل کیا سمجھے ہاں اتنی بات ظاہر ہے کہ آپ جیسے مفتیوں کے حملے سے اہل ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے جبرائیل علیہ السلام کو یہ انداز اپنانے کا حکم ہوا ہوگا تا کہ مسلمان جان لیں کہ منکرین صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو ہی نہیں فرشتوں کو بلکہ خود خدا کو بھی مشرک سمجھتے ہیں ان کا قرآن پڑھنا اور قرآن ماننا محض دھوکا دینے کے لیے ہے۔

اگلی ملاقات میں اس سنی نوجوان سے پتہ چلا کہ مجھ سے رخصت ہو کر وہ اہل حدیث کی مسجد میں گئے اور اس کے خطیب سے اس غیر مقلد نے قرآنی ترجموں کے بارے میں پوچھا تو اس نے اعتراف کیا' واقعی ہمارے علماء سے غلطی ہوگئی ہے اور واقعی انہوں نے قرآنی آیتوں کا ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ ہاں آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور ہم وہ تمام الفاظ ترجموں سے نکال رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا' وہابی مذہب کے اکابر تو قرآن پاک کا ترجمہ نہیں سمجھے' اصاغر کیا سمجھیں گے۔

خطرناک توحید:۔ کتنی عجیب بات ہے محبوبانِ خدا کے منکرین اپنی نام نہاد فہم قرآنی کے زور سے معاذ اللہ خداوند قدوس کو دھوکا باز، مستقبل سے جاہل، ہنسی مذاق کرنے والا کہہ لیں مگر ان کا ایمان برقرار رہے اور محبوبانِ خدا کے محبّ اپنے خدا کو سبوح، بے عیب، قادر مطلق، عالم الغیب، لاشریک، مالک الملک جانتے ہوئے بھی ان (محبوبانِ خدا) کو دوسروں کا مشکل کشا سمجھ لیں یا انہیں داتا اور خواجہ بھی کہہ لیں تو مشرک ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے انکار اور دشمنی سے انسان کے دل پر مہر سی لگ جاتی ہے اور نتیجتاً تمام مفید سوجھ بوجھ اس سے نکل جاتی ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝

ترجمہ: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب۔

اسی ختم (یا مہر) کا کرشمہ ہے کہ ایمان ان کے اندر داخل نہیں ہوسکتا اور کفر والحاد ان کے اندر سے باہر نہیں جاسکتا۔ مگر اس کا سبب کیا ہے۔ وہی یعنی اللہ والوں سے ان کی دشمنی۔ مزید اطمینان کے لیے دیکھئے ایک اقتباس۔ مشہور اہل حدیث سکالر جناب مولانا ابوبکر غزنوی اپنے والد گرامی جناب مولانا داؤد غزنوی کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

مفتی محمد حسن نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلّے کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انھیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔

اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی کو پہنچی وہ بزرگوں کا نہایت احترام کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بات سنی تو انکا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا۔ انھوں نے حکم دیا کہ اس نالائق کو مدرسے سے نکال دو۔ وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا "ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہوجائے گا"

مفتی محمد حسن راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال کیا، حضرت آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا۔ فرمانے لگے جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی۔ اسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی کہ

مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (حدیث قدسی)

(جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)

میری نظر میں امام ابو حنیفہ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔ اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (حضرت مولانا داؤد غزنوی)

سوچیے ایک امام اعظم رضی اللہ عنہ کی گستاخی و بے ادبی سے جب کسی شخص کا ایمان سلب ہو سکتا ہے تو سارے ائمہ، مجتہدین، مجددین، عارفین اور صوفیہ و صلحا کے انکار کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے چنانچہ جو بد نصیب حضور سیدنا غوث اعظم، سرکار داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، شیخ المشائخ حضرت سہروردی، حضرت شیخ مجدد الف ثانی بلکہ جمیع صوفیہ پر طعنہ زنی کرتا ہے حتیٰ کہ عیاذاً باللہ ان کے ایمان پر حملہ آور ہوتا ہے وہ ان مقربان بارگاہ کا تو کچھ نہیں بگاڑتا، البتہ اپنے فسق و کفر کا اعلان کرتا ہے۔ مولائے روم رحمہ القیوم فرماتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

ترجمہ: جب خدا کسی کی پردہ دوری کر کے اس کی اصل حقیقت کو واشگاف کرنا چاہے تو اس کی ظاہری علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اللہ کے پاک بندوں پر طعنہ زنی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

ایسا شخص قرآن پاک کا حوالہ دیتا ہے یا کسی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو بھی اس کا قول معتبر نہیں کیونکہ وہ قرآن یا حدیث کی فہم سے محروم ہو چکا ہے اور محبوبان خدا کی بے ادبی اسے کسی تاریک و آتشیں جہنم میں دھکیل چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے اللہ کے نبی یا اللہ کے ولی سے ہی بغض نہیں، اللہ کی کتاب سے بھی بغض ہے، ہاں ہاں اسے وہ کتاب کیونکر پسند آ سکتی ہے جس میں اللہ کی قدرت کا ہر کمال اس کے کسی نبی یا ولی کے حوالے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جسمیں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات کا اور اولیائے کاملین کی کرامات کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے۔ انھیں اپنی شان کے لائق، نصیر، ولی بوجھ اتارنے والا، طوق کھولنے والا، غنی کرنے والا، نعمت دینے والا، حلال و حرام کا اختیار رکھنے والا، دور کی سننے والا، دور تک تصرف کرنے والا بتایا گیا۔ چنانچہ ایسے منکر کو ایک جگہ نہیں، قرآن حکیم کی متعدد سورتوں اور ان گنت آیتوں سے شرک کی بو آتی ہے۔ اسی شرک کی بو نے اس کی سماعت، بصارت اور گفتگو کو بو دار بنا دیا ہے۔ یقین نہ آئے تو سنیئے جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا بیان شرح ارمغان حجاز حصہ فارسی میں ''نجدی وہابی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتے اسکا ثبوت یہ ہے کہ جب ۱۹۴۶ء میں راقم الحروف کو گنبد خضرا

کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے رؤف اور رحیم مٹے ہوئے ہیں۔ میں نے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نجدیوں کو ان ناموں سے شرک کی بو آتی ہے۔ اس پر میں نے کہا بات تو جب ہے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ان لفظوں کو خارج کر دیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

مسئلہ توسل اور منکرین کی ضد:۔ دیکھا رؤف اور رحیم یہ دو نام خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو عطا فرمائے ہیں اور یہ تمام انبیاء کرام علیھم السلام میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی وصف ہے۔ چنانچہ۔ قَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ فَضْلٍ لَمْ یَجْمَعِ اللّٰہُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ اسْمَیْنِ مِنْ اَسْمَائِہٖ اِلَّا لِلنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ضیاء القرآن)

ترجمہ: حسین بن فضل نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں جمع نہیں فرمایا منکرین شان حبیب کو ان سے بھی بوئے شرک آتی ہے (تو معلوم ہوا ان کی توحید کا ماخذ قرآن نہیں ان کا اپنا گمان فاسد ہے)

اسی طرح وہ امور جن کے سرانجام دینے کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے۔ عقل کے یہ اندھے اور ایمان کے یہ دشمن یہی نہیں کہ انھیں حق نہیں سمجھتے بلکہ ان پر عمل کرنے والوں اور خدا کی اطاعت کرنے والوں کو مشرک بھی سمجھتے ہیں مثلاً خدائے کریم جل مجدہ قرآن پاک میں فرماتا ہے وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ ترجمہ: اور اس (رسول) کی تعظیم و توقیر کرو۔

کتنے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ادب واحترام کا حکم دے رہا ہے۔ (چنانچہ جس طرح بھی ادب واحترام کیا جائے اس حکم کی تعمیل ہوگی سوا کسی ایسے کام کے جس سے روکا گیا ہے۔ مثلاً سجدہ تعظیم)

ایک دوسرے مقام پر اسکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کو عظیم رحمتوں کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَ نَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمہ: پس جو ایمان لائے اس نبی پر اور اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور پیروی کی اس نور کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا، وہی کامیاب ہیں۔

ایک حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلم تک محدود نہیں، اللہ سارے رسولوں کو صاحب فضیلت فرما رہا ہے۔ چنانچہ تیسرے پارے کی پہلی آیت میں ہے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

اب دیکھئے نجدی ذہنیت کی ترجمانی کرنے والی سب سے پہلی اردو کتاب یعنی تقویت الایمان، قرآن پاک کی کن لفظوں میں مخالفت کرتی ہے محبوب خدا کی عزت وعظمت کا خدائی فیصلہ آپ دیکھ چکے اب اسمٰعیلی فتوی ملاحظہ ہو۔

۱۔ نبی کی شان : جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار ہو۔ ان معنوں کو ہر نبی اپنی امت کا سردار

ہے۔ (تقویت الایمان۔ اب سوچو اگر نبی چودھری اور زمیندار کی طرح ہوتا تو بادشاہ اور وزیر کون ہے)؟
نیز قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں کیوں فرمایا گیا ہے؟

۲۔ مقربین (یعنی انبیاء و اولیاء) کا مرتبہ: جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی (تقویت الایمان۔ کوئی پوچھے نبی بھی بھائی کی طرح ہوتا ہے تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں عرض کرتے تھے۔ بابی انت و امی (یعنی مرے ماں باپ حضور پر قربان)۔

۳۔ اختیارات: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویت الایمان اس سے زیادہ بے ادبی کا انداز اور کیا ہوسکتا ہے اور اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوسکتا ہے)

۴۔ تعریف: جو بشر کی سی تعریف ہو، وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویت الایمان۔ اس سے بڑا کفر کیا ہوگا) اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور حکم ہے، وسیلہ تلاش کرنے کا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (المائدہ۔ ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

کس قدر واضح ہے ارشاد ربانی کہ وسیلہ تلاش کرو مگر وہابی ذہنیت اور حافظ سعیدی فکر کے مطابق وسیلہ تلاش کرنا شرک ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ مشرک گری کی زیادہ ہی لت پڑگئی ہے اور مشرک کہے بغیر کھانا ہضم ہی نہ ہوتا ہو تو انھیں مشرک کہو جو وسیلہ تلاش نہ کریں کیونکہ حکم پر نہ چلنا اگر فسق ہے تو حکم کو غلط سمجھنا اور اس کے برعکس کوئی اور فیصلہ کرنا گویا خود کو خدا کے مقابل حاکم ظاہر کرنا
ہے تو یقیناً یہ کفر و شرک ہی ہوسکتا ہے یعنی حکم کو درست مان کر عمل نہ کرنا فسق غلط سمجھنا کفر اور خود کو حاکم خدا کے مقابل بنانا شرک) اس سلسلے میں ان تینوں درجوں کا فیصلہ خود اسی سورہ پاک میں ہے

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ۔ ۴۴)

ترجمہ: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں، وہی لوگ کافر ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ ۴۵).

ترجمہ: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ۔ ۴۷)

ترجمہ: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں یہ ان آیات کے آخری حصے ہیں۔ ان کی روشنی میں اللہ کے اتارے ہوئے حکم کو غلط سمجھنے والا کافر، اللہ کے حکم کے مقابلے میں خود کو حاکم سمجھ کر کوئی اور حکم دینے والا ظالم (مشرک) اور اللہ کے حکم کو حق سمجھ کر محض عمل میں کوتاہی کرنے والا فاسق ہے۔ اس تصریح کو ذہن میں رکھیے اور پھر وسیلے کے منکرین کے بارے میں فیصلہ کیجئے، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے یہ بات واضح کردی جائے کہ یہاں وسیلے سے

کیا مراد ہے۔ رئیس المخالفین، جناب مولنا محمد اسمٰعیل شاہ صاحب دہلوی جنھوں نے برصغیر میں سب سے پہلے محبوبان خدا کی عظمت و برکت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اپنی کتاب صراط مستقیم میں فرماتے ہیں

اہل سلوک این آیت را اشارت بسلوک فی فہمند و وسیلہ
مرشد را می دانند پس تلاش مرشد بنا بہ فلاح حقیقی و فوز حقیقی
پیش از مجاہدہ ضروری ست وسنت اللہ برہمیں منوال جاری ست
لہذا بدون مرشد راہ یابی ناد ر است

ترجمہ: اہل سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وہ وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں پس حقیقی وتحقیقی کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاش مرشد از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے ان سے پہلے ان کے جد امجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب القول الجمیل میں لکھ چکے ہیں کہ اس آیت میں تلاش وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔

ان دونوں مضبوط سندوں کو سامنے رکھ کر اب خود فیصلہ کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے خود اس آیت میں وسیلہ مرشد کا حکم دیا ہے تو اس کی مخالفت کرنے والے اور اس پر عمل نہ کرنے والے کا کیا حکم ہے نیز جناب حافظ محمد سعید صاحب جو وسیلے کے شاید دور حاضر میں سب سے بڑے باغی ہیں قرآنی حکم کے مطابق کس زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ لیجئے دو لفظوں میں اس کا خلاصہ: وسیلہ مرشد تلاش کرنا، اللہ کا حکم، جو اس پر عمل نہ کرے، وہ فاسق، جو اس کو غلط سمجھے، وہ کافر، اور جو اسکے مقابل حکم دے وہ ظالم مشرک۔ چونکہ حافظ صاحب موصوف اس حکم کے منکر و مخالف ہی نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اپنا حکم یعنی وسیلے کی مخالفت کو نافذ کر رہے ہیں اور دوسروں کو اپنے حکم کا پابند کرنا چاہتے ہیں، لہذا وہ رئیس المشرکین ہوئے افسوس انھیں اس بات کا علم ہی نہیں کہ اللہ کی بات سے کسی کی بات سچی ہو سکتی ہے اور نہ اس کے فیصلے سے کسی کا فیصلہ بہتر۔ کاش انھیں قرآن کے ان اعلانات کا علم ہوتا۔

۱۔ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا (النساء ۸۷)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی

۲۔ اَفَحُكْمَ الجاهلية يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ. (المائدة ۵۰)

ترجمہ: تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے

اولیاء عام مخلوق کا وسیلہ ہیں اور انبیا علیہم السلام اولیاء علیہم الرحمہ کا بھی وسیلہ اور حضور ختم الانبیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں رسولوں بلکہ ساری مخلوق کا وسیلہ جیسا کہ آیات و روایات سے ظاہر ہے۔ اس آیت کی ابتدا چونکہ یآیہا الذین امنوا (یعنی اے ایمان والو کے خطاب سے ہے لہذا اس سے وسیلہ مرشد ہی مناسب تر ہے)

مشرکین کا فکر و عمل: طلوع اسلام سے پہلے کفار بتوں کو پوجتے بھی تھے اور انھیں وسیلہ بھی بناتے تھے سورۃ المائدہ کی اس آیت کی روشنی میں وسیلہ اولیاء کے منکرین سوچیں اگر انھیں محبوبان خدا کا وسیلہ پسند نہیں تو آیا" دور جاہلیت کی

طرح بتوں کا وسیلہ درکار ہے"۔ آخر کیوں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں۔

اگر اسلام اور جاہلیت کے الگ الگ وسیلوں پر غور کریں تو ایک عجیب صورت حال سامنے آتی ہے۔ اللہ کے بندے نبی ولی سب اللہ کی توحید کے علمبردار اور بتوں کے دشمن اور ان کے برعکس شیطان اللہ کا دشمن بتوں کا حامی اور بت پرستوں کا سرپرست۔ اللہ اپنی بارگاہ میں اپنے محبوبوں کا وسیلہ پسند کرتا ہے اور شیطان مخلوق خدا کو توحید سے ہٹا کر بتوں کی پرستش کرانا چاہتا ہے اور حسب حال انھیں چالاکی سے وسیلے کا بہانہ سکھاتا ہے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ بت پرست بتوں کی پرستش کا فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں۔

مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی (الزمر۔۳)

ترجمہ: (کہتے ہیں) ہم تو انھیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے ہاں نزدیک کردیں۔

دو پارٹیاں:۔ گویا اب دو پارٹیاں بن گئی ہیں۔

ا۔حزب اللہ جو اللہ والوں کو اپنا وسیلہ سمجھتی ہے

۲۔حزب الشیطٰن جو شیطانی چیزوں کو مثلاً بتوں کو اپنا وسیلہ بناتی ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حزب اللہ کا مدار استدلال یہ ہے کہ بتوں کو پوجنا احمقانہ حرکت ہے ایک تو اللہ کے سوا کوئی معبود سرے سے موجود ہی نہیں اور نہ موجود ہو سکتا ہے، اور یہ بت تو تمھارے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بیجان ہیں کہ نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کسی کو جانیں پہچانیں نہ کسی کے کام آسکیں اور نہ خود کو مکھی تک سے بچاسکیں۔ ان کے مقابلے میں حزب الشیطٰن کی جوابی کاروائی یہ ہے کہ جنھیں تم وسیلہ بناتے ہو یعنی انبیاء واولیاء وہ بھی نہ دیکھ سکیں، نہ سن سکیں نہ کسی کی مدد کرسکیں اور نہ اپنے جسموں سے مکھی ہٹا سکیں وغیرہ۔ حزب الشیطٰن کو اس سے کیا غرض کہ ان کے معجزات اور کرامات کی چار دانگ عالم میں دھوم ہے۔ یہ اپنے اپنے مرتبے کے مطابق خدائے بزرگ و برتر کے خلفاء ہیں اور اس اعتبار سے ان کو اس قادر وقیوم نے بے مثال اختیارات اور قوتوں سے نوازا ہے۔ جس اللہ نے عام انسانوں کو سمیع وبصیر وغیرہ بنایا ہے وہ اپنے محبوبوں کو دوسروں سے زیادہ نواز سکتا ہے۔ اور نوازتا ہے۔ زیادہ دلچسپ صورت حال اس وقت ہوتی ہے جب حزب الشیطٰن (شیطانی پارٹی) کمال عیاری ومکاری سے ان آیات کو جو بتوں کی بےبسی، بےحسی، بےبصری وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں حزب اللہ پر محض اپنی انتقامی کاروائی سے چسپاں کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کمال ڈھٹائی سے یہ جھوٹ بولتی ہے کہ بتوں اور محبوبان خدا کے توسل میں کوئی فرق نہیں اور جس طرح بت پرست بتوں کو پوجتے ہیں یونہی محبوبان خدا کے انھیں یعنی محبوبان خدا کو پوجتے ہیں حالانکہ محبوبان خدا کے غلام اپنے سچے، پاک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور توحید ان کے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہے کہ مدہوشی کے عالم میں بھی ان کی زبان سے کلمہ شرک نہیں نکلتا۔ اللہ والوں کو اپنا وسیلہ بناتے ہیں تو محض اس لیے کہ یہ ایمان والے ہیں اور ان کے اللہ نے ایمان والوں کی تلاش وسیلہ کا حکم دیا ہے جس طرح شیطان اپنی پارٹی کو بتوں کی عبادت وتوسل کا حکم دیتا

ہے۔ حزب اللہ اور حزب الشیطٰن کا یہ مقابلہ صرف زبانی دعوؤں تک محدود نہیں بلکہ عملاً بھی ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا حزب اللہ کے سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد کعبہ مقدسہ کے اندر سے تین سو ساٹھ بت توڑ تاڑ کر اللہ کے گھر کو پاک کیا بلکہ اپنی حکومت میں جہاں بھی بت رکھے ہوئے تھے انھیں ختم کر دیا۔ صدیوں بعد اسی حزب اللہ کا ایک فرد تھا محمود غزنوی (علیہ الرحمۃ) جس نے سومنات فتح کر کے بت شکن بننا پسند کر لیا، بت فروش بننا گوارا نہ کیا۔ اس کے مقابلے میں حزب الشیطٰن کی جوابی کاروائی یہ ہے کہ کعبے کو بتوں سے پاک کرنے والے صحابہ کرام کی قبریں اکھاڑ دیں۔ مدینہ منورہ میں جنت البقیع اور مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ کو دیکھ لیں کیا اہل بیت، صحابہ، تابعین، ائمہ کرام علیہم الرضوان میں کسی کی قبر نظر آتی ہے ہرگز نہیں ان میں بعض قبریں یقیناً وہ تھیں جنھیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوایا تھا۔ مگر حزب الشیطٰن کو بھی تو یہی تکلیف ہے کہ انھیں اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بنوایا تھا۔ حزب الشیطٰن کو اپنے نعرے کے مطابق صرف بدعت سے نفرت ہوتی تو بعد میں بننے والے قبے ہی گرائے جاتے مگر اس نے تو بلڈوزر پھیر کر قبروں کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ کیوں؟ شیطان نے اپنی پارٹی کے ذریعے بدلا لے لیا۔ اب اگر بعض لوگ غوث اعظم داتا صاحب خواجہ صاحب علیہم الرضوان کی قبروں کو مسمار کرنا چاہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان قبروں سے ایمان کی نشو ونما ہوتی ہے۔ یہاں خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ زیارت کرنے والے دل کفر وشرک کے وسواس سے بھی پاک وصاف ہو جاتے ہیں۔ یہاں قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے۔ یہاں نہایت ہی خلوص سے بارگاہ خداوندی میں سجدہ ہائے نیاز لٹائے جاتے ہیں۔ یہاں درود وسلام کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور ان قبروں کے فیض سے انسان روحانی طور پر فضائے قدس میں محو پرواز ہو کر قرن اولیٰ کی مقدس فضاؤں تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ شیطان کیوں گوارا کر سکتا ہے جو انسانوں کا سب بڑا دشمن اور حاسد ہے، چنانچہ خود تو سامنے آنے سے رہا، البتہ اپنے فرزندوں سے زہر اگلواتا رہتا ہے۔ اس کشمکش میں حزب اللہ کو امداد کی ضرورت ہو تو اللہ اور اولیاء اللہ کو پکارتی ہے۔ کیونکہ حقیقی امداد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے اسی لیے ایاک نستعین پڑھنے کا حکم دیا اور اس کے فضل وکرم سے اسکے پاک بندے بھی امداد کرتے ہیں اسی لیے حدیث پاک میں وظیفہ بتایا گیا اعینونی یا عباد اللہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ حزب الشیطٰن کو امداد کی ضرورت ہو تو اولیاء من دون اللہ کو پکارتی جیسے سعودی عرب کو ایک دفعہ عراق سے خطرہ محسوس ہوا تو امریکہ کو پکارا گیا، جسطرح حزب اللہ کا یقین ہے کہ ہر وقت اللہ کے فضل کی ضرورت ہے چنانچہ صبح وشام اس کی بندگی کی جاتی ہے اور اس کے نبی پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے، یونہی حزب الشیطٰن کے نزدیک امریکہ کی مہربانی کے سوا گذارا نہیں۔ چنانچہ سعودی عرب ایک عرصے سے اسی کے زیر سایہ ہے۔ شعائر کفر تباہ ہوں تو حزب اللہ کو خوشی ہوتی ہے چنانچہ امریکہ میں آسمانی بجلی گری، جنگلوں کو کئی دن آگ نے گھیر رکھا بھارت میں تباہ کن زلزلہ آیا تو ہم نے سمجھا یہ کشمیریوں کے قتل عام کی سزا ہے۔ اور اس کے برعکس شعائر اسلام یعنی مساجد ومزارات کو تباہ کیا جائے تو حزب الشیطٰن کو خوشی ہوتی ہے چنانچہ الدعوۃ (جنوری ۱۹۹۳) کا ایک عنوان ملاحظہ ہو "طاہر القادری کے غوث الاعظم پر لنٹر گر گیا"۔ غوث الاعظم سے

یہاں الدعوۃ کی مراد پروفیسر صاحب کے مرشد گرامی حضرت پیر سیدنا و مولانا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی قدس سرہ ہیں۔ جس طرح حزب اللہ والے اولیاء اللہ مثلاً داتا گنج بخش ہجویری، حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری اور نقش لاثانی کے مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں۔ حزب الشیطن والے اولیاء من دون اللہ کی قبروں اور سمادھیوں پر پھول چڑھاتے ہیں۔

چنانچہ (۱) سعودی عرب کے کنگ فیصل نے گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے روزنامہ نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء۔
(۲) دوسرے کنگ سعود نے ارلنگٹن کے قبرستان میں ایک مشرک کی قبر پر پھول چڑھائے روزنامہ نوائے وقت ۲ فروری ۱۹۵۷ء۔
(۳) سعودیہ کے اس وقت کے وزیر دفاع اور موجودہ کنگ فہد نے جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ روزنامہ کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۷ء

مختصر یہ کہ اگر کعبہ مقدسہ میں کوئی بت نہیں تو حزب اللہ کا کارنامہ ہے۔ اس کے برعکس جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں کوئی مزار نہیں تو یہ حزب الشیطن کی کاروائی ہے۔ یونہی سمجھ لیجئے الدعوۃ ترجمان ہے تو اسی حزب الشیطن کا جو اللہ کے مقربین، صوفیہ و علماء کو مشرک کہتے ہے اور الحقیقہ نقیب ہے حزب اللہ کا۔ بہر حال حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) اور حزب الشیطن (شیطان کی پارٹی) ابتداء ہی سے ایک دوسرے کے خلاف جنگ آزما ہیں۔ کبھی بظاہر ایک کی فتح اور کبھی دوسری غالب، لیکن آخری نتیجہ حزب اللہ کے حق میں ہی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے اعلان فرمایا ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ ۲۱)

ترجمہ: خبردار۔ اللہ ہی کی پارٹی کامیاب ہے۔

ھولناک انکشافات:۔ ممکن ہے کوئی صاحب ان دلائل کو محض دور کی کوڑی خیال فرمائیں اور سوچیں کہ صوفیہ کرام کا زلہ خوار آسی محبوبان خدا کو مشرک کہنے والوں کی جسارت برداشت نہیں کر سکا اور انتقامی جذبات سے مغلوب ہو کر حضرت داتا گنج بخش جیسے اولیائے کرام کے دشمنوں سے بدلا لیتے لیتے زیادہ ہی جذباتی ہو گیا ہے ورنہ یہ حقیقت نہیں ہو سکتی۔ دوستو! یہ بات نہیں، آدمی کو سخت غصے میں بھی سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور حزب اللہ کی صداقتوں کی دہائی دینے والے کو ہرگز یہ شایاں نہیں کہ کسی طور پر بھی جھوٹ سے ملوث ہو۔ آپ اگر تصدیق کرنا چاہیں کہ شیطان اور اس کے چیلوں چانٹوں کو محبوبان خدا کے مزارات سے کیا تکلیف ہے تو انگریز جاسوس ہمفرے کی لکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب اردو ترجمے کی شکل میں ہمفرے کے اعترافات، کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے شیطان کی معنوی اولاد یعنی انگریزوں نے کیا پروگرام بنایا اور اس سلسلے میں کیا منصوبہ بندی کی گئی۔

یہ کتاب (ہمفرے کے اعترافات) اصل انگریزی میں بھی مل جاتی ہے اردو عربی فارسی، ترکی وغیرہ میں اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ اسلام کے خلاف غیروں کی سازشوں کی جو تفصیل اس میں دی گئی ہے۔ اس کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس سلسلے میں عظیم محقق مسعود ملت حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد (گولڈ میڈلسٹ) کی تصنیف لطیف جان جاناں

سے ایک اقتباس نذر قارئین ہے۔

"(انگلستان کی) وزارت نو آبادیات کی طرف سے ہمفرے کو ایک ہدایت نامہ بھی دیا گیا جس کا عنوان تھا:۔ (معاذ اللہ) اسلام کو صفحہ ہستی سے کیونکر مٹایا جا سکتا ہے۔ یہاں اس ہدایت نامے کی چیدہ چیدہ شقوں کو پیش کرتا ہوں

(۱) ایسے افکار کی ترویج جو قومی، قبائلی، نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں اور لوگوں کو گزشتہ قوموں کی تاریخ، زبان اور ثقافت کی طرف شدت سے مائل کر دیں، وہ ماقبل اسلام تاریخی شخصیتوں پر فریفتہ ہو جائیں اور ان کا احترام کریں۔ الخ

(۲) مسلمانوں کو اسلامی احکامات اور اس کے اوامر و نواہی سے روگردانی کی ترغیب دیں کیوں کہ احکام شرع سے بے توجہی معاشرے میں بدنظمی اور افراتفری کا سبب ہوتی ہے۔

(۳) علمائے دین اور عوام کے درمیان دوستی اور احترام کی فضا کو آلودہ کرنا وہ اہم فریضہ ہے جسے انگلستان کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیے۔

(۴) ائمہ دین کے مزارات پر تعمیر کی بندش۔

(۵) اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ بیٹے کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے۔

(۶) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعی بلیغ کی ضرورت ہے تا کہ مسلمان عورتیں خود پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں۔

(۷) ہماری دشواریوں میں ایک بڑی دشواری بزرگان دین کے مزاروں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور انکی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلاف شرع ہے۔ ۔۔آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔

(۸) دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تا کہ پیغمبر خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور لوگ علماء کا احترام چھوڑ دیں۔

(۹) آزاد خیالی اور چون و چرا والی کیفیت کو مسلمانوں کے اذہان میں راسخ کرنا چاہیے تا کہ ہر آدمی آزادانہ طور پر سوچنے کے قابل ہو۔

(۱۰) نسل کو کنٹرول کیا جائے اور مردوں کو ایک سے زیادہ بیوی اختیار کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نئے قوانین وضع کر کے شادی کے مسئلے کو دشوار بنایا جائے۔

اسی قسم کی اور بہت سی ہدایات ہیں جو ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں وزارت نو آبادیات نے اسلام کی طاقت وقوت کے سرچشموں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان دو سرچشموں کا بھی ذکر کیا ہے جو نہایت اہم ہیں:

(۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت، علماء اور صلحا کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات کو ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا۔ (۲) سادات کا احترام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح تذکرہ کرنا گویا وہ ابھی زندہ ہیں اور درود وسلام کے مستحق ہیں۔

ان سرچشموں کو پاٹنے کے لیے یہ ہدایت دی گئی:
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کے برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وزارت نوآبادیات نے ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان عالم کے عقائد وافکار میں رخنے ڈالنے کے لیے نیا مسلک و مذہب ایجاد کیا جائے اور پھر اس کے بانی اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھا جائے اور اس ضمن میں گرفتار کیے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں کنیز وغلام کی حیثیت سے بیچنا۔

چنانچہ اس پروگرام کے تحت نئے مسلک و مذہب کو متعارف کرایا گیا اور وہی کچھ کیا جس کی وضاحت مندرجہ بالا الفاظ میں کی گئی ہے بیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں بھی ایک کوشش کی گئی اور اس سے قبل انیسویں صدی عیسوی میں بھی کی جا چکی تھی۔

سلہ پروفیسر صاحب موصوف حاشیہ نمبر ۳۹ کے تحت لکھتے ہیں

۳۹۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر آثار قدیمہ کے تحفظ کی تحریک موجود ہے۔ اصل میں یہ ایک سیاسی حربہ ہے۔ ایک طرف اسلامی آثار کو سرزمین حجاز میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں مٹایا گیا، دوسری طرف سرزمین مصر میں فراعین مصر کے آثار کو زندہ کیا گیا۔ یہی کام ایران میں گیا گیا اور ماضی قریب میں دونوں ممالک کے مسلمان شدت سے علاقائی قوم پرستی کی طرف مائل ہوئے اور قبل اسلام تاریخی شخصیتوں پر فریفتہ ہونے لگے اور فخر کرنے لگے۔ یہی حربہ پاکستان میں استعمال کیا اور یہاں بھی بہت سے جوان قبل اسلام تاریخی شخصیتوں پر فخر کرنے لگے اور اسلام اسلامی شخصیتوں سے بیگانہ ہونے لگے اس وقت پاکستان میں مندرجہ ذیل مقامات پر آثار قدیمہ کی کھدائی ہو رہی ہے اور بعض مقامات پر ہو چکی ہے:

۱۔ موہنجوڈارو (سندھ) ۲۔ ہڑپا (پنجاب) ۳۔ ٹیکسلا (پنجاب) ۴۔ مہرگڑھ (بلوچستان) وغیرہ۔

پروفیسر صاحب موصوف حاشیہ ۳۹ کے تحت لکھتے ہیں۔
سندھ میں مکلی، ٹھٹھ، منصورہ، ٹھنبھور وغیرہ میں بھی اسلامی آثار ہیں مگر دنیا کو جو فکر قبل اسلام آثار کے تحفظ کی ہے وہ فکر اسلامی آثار کی نہیں۔ میرا قیام مکلی میں ہے جو ایک تاریخی شہر ہے جہاں ایشیا کا سب سے بڑا قبرستان موجود ہے۔ جہاں صدیوں پرانے اسلامی آثار ہیں مگر بہت سے آثار تو خود میرے سامنے مٹ گئے دنیا کو ان کی حفاظت کی اتنی فکر نہیں اس میں جو راز ہے وہ یہی ہے کہ نئی نسل کے مسلمان نوجوان آثار کو بھلا کر اسلام اور اسلامی شخصیتوں کو بھلا دیں۔ میں نے اپنے ایک دوست (جو محکمہ آثار قدیمہ میں افسر ہیں) سے پوچھا "کیا سیاست اور آثار قدیمہ کا کوئی باہمی تعلق ہے؟" وہ حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگے بہت سوچا مگر نہ بتا سکے اس پر خود مجھ حیرت ہوئی کہ ہمارا دانشور طبقہ جو اسی محکمے سے متعلق ہے اصل راز سے بے خبر ہے۔ (جاری ہے)

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

اہل قرابت

فرمادو! میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر (اپنے) قریبیوں کی مودت۔

اشارات

☆ قرآن حکیم نے اس آیت مبارکہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کی شان وعظمت بیان فرمائی۔ اور اسکا اعلان توحید اور اتباع رسالت کے اعلان کی طرح حضور کی زبان سے کروایا۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے محسن اعظم ہیں۔ حضور کے صدقے لوگوں کا ایمان ملا، اسلام ملا قرآن ملا، عرفان ملا، حقوق ملے، فرائض ملے، جذبات کا قبلہ درست ہوا۔ احساسات کو روشنی ملی، انسان منزل انسانیت پر پہنچا۔ اپنے ان بے بہا احسانات کے بدلے حضور کچھ نہیں مانگتے، کچھ نہیں چاہتے، اس سے حضور کی بے لوث اداؤں اور پر خلوص وفاؤں کا اندازہ کیجئے۔

☆ توحید ورسالت کی تبلیغ میں جو مصائب برداشت کیے ان کا بھی کوئی صلہ نہیں طلب فرمایا۔ حضور نے اپنے نام لیواؤں سے صرف کیا طلب فرمایا۔ اپنے قرابت اداروں کی مودت۔

☆ مودت کا لفظ ''شدید محبت'' کے لیے بولا جاتا ہے۔ یعنی قرابت اداروں سے اتنی محبت کرو کہ ان کے بغیر تمہاری زندگی بے معنی دکھائی دے۔ جیسے پانی کے بغیر مچھلی کی زندگی بے معنی نظر آتی ہے۔

☆ آدمی کے قرابت داروں میں اسکے والدین بھی ہوتے ہیں، زوجہ بھی ہوتی ہے۔ بیٹیاں، بیٹے بھی ہوتے ہیں، نواسیاں، نواسے بھی ہوتے ہیں۔ سسرالی رشتے بھی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عبد اللہ اور سیدہ آمنہ کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ حضور کے والدین کریمین ہیں۔

☆ حضرت عائشہ، حفصہ، اور دیگر پاک ازواج رضی اللہ عنھن کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ حضور کی بیویاں ہیں۔

☆ حضرت امام حسن اور امام حسین اوران کے دیگر رشتہ داروں کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ حضور کے نواسے ہیں۔

حضرت ابوبکر، عمر، ابوسفیان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ حضور کے سسرالی رشتے دار ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ اور علی مرتضےٰ کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ حضور کے داماد ہیں۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ قرابت داروں کی محبت ومودت صرف اہل سنت وجماعت کو نصیب ہے۔ وہ سب سے محبت کرتے ہیں یہ صحابہ کرام کے بھی غلام ہیں۔ آل رسول کے بھی سوالی ہیں۔ جو حضور کے قریب ہے، یہ اسکو سلام کرتے ہیں۔

☆ اور یہ بھی حقیت ہے کہ اگر تمام لوگ اس محبت ومودت میں رسوخ حاصل کرلیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قرابت داروں کی شان وعظمت کو تسلیم کریں تو سب فرقہ واریت ختم ہوسکتی ہے۔ کوئی صحابہ کرام کی محبت کا علمدار بن کر آل اطہار کا دشمن ہے اور کوئی آل اطہار کی مودت کا دعویدار بن کر صحابہ کرام کی توہین کرتا ہے۔ کیا ظلم ہے۔ قرآن پاک نے تو سب قرابت داروں کی محبت ومودت کا ذکر کیا ہے۔ لفظ ''فی القربیٰ'' میں عموم ہے۔ اسے اپنی محدود سوچ کے مطابق محدود کرنا قرآن پاک کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

درس حدیث

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔

آل رسالت

☆ میرا یہ بیٹا حسن سردار ہے۔ امید ہے اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دیگا (بخاری شریف)

☆ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ (ترمذی شریف)

اشارات

☆ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو جگر پاروں کی شان و عظمت بیان فرمائی جنکو آل رسالت میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ معلوم ہوا ان جگر پاروں کا ذکر کرنا یہ حضور کی سنت ہے۔

☆ امام حسین امت محمدیہ کے سردار ہیں۔

☆ ان کے ذریعے مسلمان ایک مرکز اتحاد پر جمع ہوں گے، یہ غیب کی خبر ہے، جسے نگاہ نبوت بہت پہلے مشاہدہ کر رہی تھی۔

☆ مسلمانوں کے دو گروہ کونسے تھے اہل عراق اور اہل شام، اہل عراق حضرت علی کے طرفدار تھے اور اہل شام حضرت معاویہ کے۔ ان دونوں گروہوں میں حضرت امام نے مصالحت کروا کر اپنے نانا حضور کے فرمان پر عمل کیا۔ معلوم ہوا حضرت امام کے نزدیک بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امیر معاویہ کے طرفدار بھی مسلمان تھے۔ لہٰذا ان مسلمانوں کے صدیوں بعد بھی ان کی غیبت کرنا، ان کی چغلی کھانا، ان کے خلاف محاذ قائم کرنا اور ان کی نفرت کو اپنے مسلک کی بنیاد سمجھنا حضرت امام کے قائم کردہ اتحاد میں خطرناک رخنہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

☆ ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں'' کا فرمان بتا رہا ہے کہ امام حسین حضور کے از حد قریب ہیں، گویا دونوں ایک ہیں، ان کا ذکر حضور کا ذکر ہے، ان کی محبت حضور کی محبت ہے، ان سے نفرت حضور سے نفرت ہے، ان کو خوش کرنا حضور کو خوش کرنا ہے، انکو ناراض کرنا حضور کو ناراض کرنا ہے، بلکہ یہ معاملہ تو یہاں تک پہنچا ہوا ہے، احب اللہ من احب حسینا جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

☆ یہ دونوں شہزادے حضور صلی اللہ کے ہمشکل تھے۔ دونوں کو دیکھ کر حضور کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ''میں حسین سے ہوں'' کا یہ بھی مفہوم ہے کہ حسین سے رسول کا پتہ چلتا ہے، رسول منزل تو حسین راستہ ہے۔ رسول حاصل ہے تو حسین واسطہ ہے۔ حسین کے بغیر رسول کی معرفت ممکن نہیں۔

☆ ''حسین مجھ سے ہے'' کا یہ بھی مفہوم ہے چونکہ وہ مجھ سے ہے اس لیے جسطرح میرا احترام کرتے ہو، میرے حسین کا بھی احترام کرو۔

☆ جیسے فوجوں کے ذریعے فتح و نصرت بادشاہ تک پہنچتی ہے ویسے ان شہزادوں کے ذریعے سری اور جہری شہادت کے درجے کو بارگاہ ختم نبوت تک رسائی نصیب ہوئی۔ اس لیے یہ دونوں حضور کا عکس جمیل ہیں۔ صورت میں بھی اور سیرت میں بھی۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

ملا عمر زندہ باد

اکبر علی خان

دنیا بھر کی بت پرست قوموں کی مخالفت اور بہت سے مسلمان کہلانے والے فتویٰ فروش بے ضمیروں کی مداہنت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے افغان حکومت نے بالآخر سنتِ رسول کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کر ہی لی۔ بت شکنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر حرم کعبہ میں پڑے تمام بتوں کو توڑ کر اس عظیم طریقے کی بنیاد رکھی۔ یہ مبارک سنت اور یہ عظیم طریقہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی راہ ورسم میں شامل رہا اور تاریخ مختلف ادوار میں اس سنت کو زندہ کرنے والے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو زندہ جاوید بناتی رہی۔ ملا عمر، واقعی عمر ثالث کہلانے کے حقدار ہیں۔ انھوں نے بلا خوف لومۃ لائم جس طرح بت شکنی کے اہم فریضہ کو سرانجام دے کر دنیا کے بڑے بڑے کفرستانوں میں زلزلہ بپا کر دیا۔ موجودہ دور میں اس کی مثال ڈھونڈنا خصوصاً مسلم حکمرانوں میں بہت مشکل ہے۔

> بت شکنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر حرمِ کعبہ میں پڑے تمام بتوں کو توڑ کر اس عظیم طریقے کی بنیاد رکھی۔ یہ مبارک سنت اور یہ عظیم طریقہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی راہ ورسم میں شامل رہا اور تاریخ مختلف ادوار میں اس سنت کو زندہ کرنے والے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو زندہ جاوید بناتی رہی

افغانوں نے بتوں کو توڑنے میں تاخیر پر اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگی اور کفارے کے طور پر اپنے امیر کے حکم سے سو گائیوں کی قربانی بھی پیش کی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ خشک سالی، بھوک، غربت افلاس، معاشی بدحالی، وسائل کی کیمیابی کی شکار اور جنگ سے تباہ حال افغان قوم کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور جوانوں کو امریکہ شیطان کی طرف سے اقوام متحدہ کے ذریعے انسانیت کش پابندیوں میں جکڑ دیا گیا اور کسی زبان سے صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی۔ کسی طرف سے بلکتی، سسکتی، تڑپتی انسانیت کے لیے ہمدردی کا کوئی لفظ نہیں بولا گیا۔ اقوامِ متحدہ کی اس مسلم دشمنی پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا گیا۔ امریکی غنڈہ گردی کے اس مظاہرے پر عالمی انسانی حقوق کے چارٹر کے داغدار ہو جانے کا شور بپا نہیں کیا ہوا۔ مگر مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے چند بتوں کی خاطر دنیا نے کیا کچھ نہیں کر دیا۔ عالمی ذرائع ابلاغ کی چیخ و پکار، بین الاقوامی میڈیا کا شور شرابہ، سفارتی سرگرمیوں کی ہما ہمی، مذہبی رواداری کے شیریں بیان، اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت کی آوازیں اور نامعلوم کن کن عنوانات کے تحت طالبان کو ظالم و جابر، تشدد پسند اور مذہبی انتہاء پسند وغیرہ وغیرہ ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگا دیا گیا۔

اے کاش یہ شور شرابہ اس وقت بلند ہوتا جب افغانوں کو بھوک کے صحراء میں دھکیلا جا رہا تھا۔ عالمی میڈیا اس وقت حرکت میں آتا جب افغان قوم کو صرف اپنا حق خود اختیاری استعمال کرنے پر مطعون کرتے ہوئے قحط زدگی کے عالم میں تنہا کر دیا گیا تھا۔

طالبان نے کسی اقلیت کی عبادت گاہ کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کسی اقلیتی فرقے یا مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے نہیں روکا۔ کسی اقلیتی گروہ کا قتلِ عام نہیں کیا۔ انھوں نے تو بس اپنے ملک کو ان بتوں سے پاک کیا ہے جن کو سنبھال کر رکھنا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کے لیے مختلف قسم کے اہتمام کرنا، ان کے عقیدہ و مسلک کے خلاف تھا۔ دنیا کہتی ہے کہ وہ ان بتون کو بیچ دیتے، پیسے کماتے، اپنے ملک پر خرچ کرتے، عوام کی بھوک کا مداوا کرتے۔

> **طالبان نے کسی اقلیت کی عبادت گاہ کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کسی اقلیتی فرقے یا مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے نہیں روکا۔ کسی اقلیتی گروہ کا قتلِ عام نہیں کیا۔ انھوں نے تو بس اپنے ملک کو ان بتوں سے پاک کیا ہے جن کو سنبھال کر رکھنا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کے لیے مختلف قسم کے اہتمام کرنے، ان کے عقیدہ و مسلک کے خلاف تھا**

بت، اس ناپاک چیز کا نام ہے جس کو شیطان، خدا کے مقابلے پر متعارف کرواتا ہے۔ انسان کی ناقص عقل پر قبضہ جما کے اسے خدائے وحدہ لاشریک کی بجائے بت کے سامنے جھکنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی لیے خدا پرستوں کے نزدیک دنیا میں جو چیزیں سب سے زیادہ نفرت و کراہت کے قابل ہو سکتی ہیں ان میں سرِ فہرست بت ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک یہ دنیا کی سب سے بڑی ناپاکی ہیں کہ انسان کو رب تعالیٰ نے احسن تقویم کا مقام بلند عطا فرمایا ہے۔ ان غلیظ بتوں کی وجہ سے وہ اسفل سافلین کی ذلت میں جا گرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر ان بتوں پر راضی ہو جاتے تو کبھی بھی نارِ نمرود میں نہ ڈالے جاتے۔ رسول ثقلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر بت پرستوں کی بات مان کر بتوں کی مخالفت سے دست کش ہو جاتے تو کبھی بھی مکہ کے گلی کوچوں میں نہ ستائے جاتے۔ بندہ لا الہ الا اللہ بھی کہے اور معبودِ حقیقی کا ماسوا بنائے جانے والے غلیظ بتوں کو اپنے گھر میں نہ صرف سجا بنا کر رکھے بلکہ ان کی سوداگری کرے یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایمان، غیرت اور حمیت کا

گلا نہ گھونٹ دیا جائے۔ مسلمان بت شکن ہوتا ہے بت فروش نہیں لہذا یہ کہنا کہ طالبان ان بتوں کو بیچ دیتے اور اپنے ہم وطنوں کے لیے دو چار دن کی روٹی خرید لیتے۔ اصل میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک بت شکنی کرنے والے پیغمبر ان اولوالعزم کی عظمتوں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ اس موقع پر بہت سے مسلم حکمرانوں اور مذہبی رہنماؤں نے بھی کافروں کا بھرپور ساتھ دیا اور طالبان کو ان کے اس نیک ارادے سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کی مگر طالبان نے اپنے ایمان کے ساتھ غداری نہیں کی اور بت شکنی کی سنت کو زندہ کر دیا۔

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان
او غافل افغان

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ بندے کی تھوڑی سی کوشش پر حساب عطا کر دینے والا ہے۔ اس کی عطا کا راستہ کسی اقوام متحدہ کی ظالم پابندیاں نہیں روک سکتیں۔ ادھر سرزمین افغانستان کو ان ناپاک بتوں سے پاک کیا گیا ادھر بے نیاز رب نے خشک سالی اور قحط کا شکار افغانستان کی مردہ زمین پر بارانِ رحمت نازل فرما کر اسے زندہ و تابندہ بنا دیا۔

ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء

☆☆☆

شفقات احمد نقشبندی

قسط (1)

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

حدیث قسطنطنیہ کی روشنی میں کردار یزید کا تحقیقی جائزہ

جو حدیث یزید دوست حضرات یزید کی نجات و مغفرت کے بارہ میں پیش کرتے ہیں یہاں اس کا تحقیقی جائزہ مفصل و مدلل پیش کیا جارہا ہے تاکہ صاحب عقل و دانش حضرات اس مسئلہ میں مکمل طور پر مطمئن ہو جائیں اور حق نکھر کر سامنے آجائے اور ویسے بھی یزید دوست حضرات کے بوسیدہ ترکش میں یہی ایک تیر ہے جس کے بل بوتے پر ان حضرات نے ایک عالم سر پر اُٹھایا ہوا ہے۔ انشاء اللہ ہماری اس تحقیقی وضاحت کے بعد کوئی صاحبِ فہم و ذکا شخص اس مسئلہ میں متذبذب نہیں رہے گا نیز انشاءاللہ تعالےٰ اس مکمل و اکمل تحقیق کو تعصب و ہٹ دھرمی کی عینک اُتار کر پڑھ لینے کے بعد کوئی سلیم الفطرت شخص آئندہ یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث پیش بھی نہیں کرے گا۔ البتہ جس شخص نے ''میں نہ مانوں'' کی گردان پورے صیغوں کے ساتھ یاد کر رکھی ہے اس کے لیے دفتر ناپیدا کنار بھی بے کار ہے۔ بقولے اقبال:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر!

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر کسی کو حق واضح ہو جانے کے بعد اس پر ایمان لاتے ہوئے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالےٰ ہر کلمہ گو کو ضد و عناد اور بغض و تعصب کی لعنت سے بچائے۔ آمین

جو حدیث یزید دوست حضرات اس کے جنتی ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۱۰ پر اس طرح مذکور ہے۔

حدثنا اسحاق بن یزید دمشقی حدثنا یحیی بن حمزہ قال حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر ابن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة ابن الصامت و هو نازل فی ساحل حمص و هو فی بناء له و معه ام حرام قال عمیر فحد ثتنا ام حرام انها سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله انا فیهم قال انت فیهم ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم اول جیش من امتی یغزو ن مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول الله قال لا.

ترجمہ: حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو دریا پر جنگ کرے گا انکے لیے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ام حرام فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس لشکر میں شامل ہوں، آپ نے فرمایا ہاں تو بھی ان میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے دارالخلافہ پر حملہ کرے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ حضرت ام حرام فرماتی ہیں میں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں اس لشکر میں شامل ہوں، آپ نے فرمایا نہیں" یہ ہے وہ روایت جس سے غلط استد لال کر کے ایک دشمن اہل بیت، شرابی، زانی بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو زبردستی جنتی قرار دیا جاتا ہے۔ آیئے اب ذرا اس روایت کا درایت کے لحاظ سے تحقیقی جائزہ لیں۔ یہ روایت مضطرب ہے۔ ۳،۲،۱ اسی بخاری شریف میں انہی حضرت ام حرام کی یہی دو غزوات کے تذکرہ والی روایت ۳۹۱، ۴۰۳، اور ۴۰۵ پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے یوں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام کے گھر آرام فرماتے ہیں (حضرت ام حرام حضور کی رضاعی خالہ ہیں) اور بیدار ہو کر مسکراتے ہیں۔ حضرت ام حرام کے پوچھنے پر ارشاد فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کا ایک لشکر دیکھا ہے جو کہ دریا پر سوار ہو کر جنگ کر رہا ہے۔ میں انہیں دیکھ کر خوش ہوا۔ حضرت ام حرام فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس گروہ میں شامل فرمائے۔ آپ نے فرمایا تم ان ہی میں سے ہو آپ پھر آرام فرماتے ہیں اور پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوتے ہیں۔ حضرت ام حرام مسکرانے کا سبب دریافت کرتی ہیں اس پر آپ کے جوابی ارشاد کے الفاظ بخاری جلد اص ۳۹۱ پر ہیں قال ناس من امتی

> آپ نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو دریا پر جنگ کرے گا انکے لیے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ام حرام فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس لشکر میں شامل ہوں، آپ نے فرمایا ہاں تو بھی ان میں ہے

عرضوا علی غزاۃ فی سبیل اللہ کما قال فی الاولی۔ اور ۴۰۳ پر الفاظ ہیں فقال لھا مثل ذلک اور ۴۰۵ والی روایت میں یہاں یہ الفاظ ہیں فقال مثل ذلک مرتین اور ثلاثا یعنی آپ نے دو یا تین مرتبہ اسی پہلی بات کو دہرایا جو کہ آپ پہلی بیداری کی مسکراہٹ پر حضرت ام حرام کو مسکرانے کا سبب پوچھنے پر ارشاد فرما چکے تھے۔ اب ذرا اس حدیث کو ابتدا سے دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ کیا ارشاد فرمایا تھا؟ حضور نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا کہ "میں نے اپنی امت کا ایک لشکر دیکھا ہے جو دریا پر سوار ہو کر جنگ کر رہا ہے"۔ تو ثابت ہوا کہ آپ نے دوسری مرتبہ بھی پہلے ہی کی طرح کسی دوسرے دریا پر سوار ہو کر جنگ کرنے والے لشکر کو ملاحظہ فرمایا تھا اور اس پر بھی آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ اب آپ فرق خود ملاحظہ فرمالیں کہ ان دونوں روایات میں نہ تو دو طرح کے یعنی بری اور بحری لشکروں کا ذکر ہے اور نہ ہی کسی لشکر کے لیے کسی مخصوص بشارت کا ذکر ہے۔ اسی طرح یہی حضرت ام حرام کی دو غزوات والی روایت مسلم شریف ۲، ۱۴۱ پر بھی چار مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ ان روایات میں آپ کے دوسری مرتبہ مسکرانے کا سبب پوچھنے پر جوابی ارشاد کے متعلق الفاظ ہیں۔ کما قال فی الاولی اور فقال مثل مقالتہ۔ یعنی آپ نے دوسری مرتبہ بھی وہی بات دہرائی جو کہ آپ اس سے پہلے ارشاد فرما چکے تھے، تو پہلی مرتبہ تو آپ نے ایک بحری جنگ کا تذکرہ فرمایا تھا ثابت ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی آپ نے کسی اور بحری جنگ کا ہی تذکرہ فرمایا تھا

۸، ۹، ۱۰ اسی طرح یہی حضرت ام حرام کی دو غزوات والی روایت ابو داؤد شریف ج ا ص ۳۳۷ پر تین مختلف طریقوں سے مروی ہے وہاں بھی بخاری اور مسلم کی مذکورہ بالا روایات کے طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری مرتبہ مسکرانے

کے سبب کے جوابی ارشاد کے متعلق الفاظ ہیں۔ فقال مثل مقالتہ، یعنی حضور نے دوسری مرتبہ بھی پہلے لشکر ہی کی طرح ایک اور بحری غزوے کی پیشین گوئی فرمائی ۱۱،۱۲ اسی طرح یہی حضرت ام حرام کی دوغزوات کی پیشین گوئی والی روایت نسائی شریف ۲، ۵۵ پر بھی مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

وہاں بھی بخاری مسلم اور ابو داؤد کی مذکورہ بالا روایات کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری مرتبہ بیدار ہو کر مسکرانا اور حضرت ام حرام کے مسکراہٹ کا سبب پوچھنے پر جوابی ارشاد کے متعلق الفاظ ہیں۔ کما قال فی الاول اور فقال مثل مقالتہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ بھی پہلے ہی کی طرح ایک بحری لشکر کا تذکرہ فرمایا ۱۳ اس طرح حضرت ام حرام کی یہی دوغزوات کے تذکرے والی روایت ترمذی شریف ۱۹۸ پر بھی موجود ہے اور وہاں بھی بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی کی مذکورہ بالا روایات کی طرح حضرت ام حرام کے دوسری مرتبہ کی مسکراہٹ کا سبب پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوابی ارشاد ہے۔ قال ناس من امتی عرضوا غزاة فی سبیل الله نحو ما قال فی الاول۔

یعنی آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے اسی طرح جیسے کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا" اب آپ یقیناً بغیر سوچے یہ جواب دے سکیں گے کہ پہلی مرتبہ کا بیان فرمودہ لشکر کس طرح جنگ کر رہا تھا۔ اس حدیث میں پہلے لشکر کی حالت یوں بیان کی گئی ہے۔

یرکبون ثبج هذا البحر ملوکا علی الاسرة یعنی وہ پانی کے درمیان میں پانی پر اس طرح سوار تھے جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں۔ ثابت ہوا کہ دوسری مرتبہ دکھلایا جانے والا لشکر بھی بحری ہی تھا جو کہ پانی پر سوار ہو کر جنگ کر رہا تھا ۱۴۔ اسی طرح ابن ماجہ شریف ۱۹۹ پر بھی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ کی یہی دو غزوات کی پیشین گوئی والی روایت موجود ہے اور وہاں بھی بخاری، مسلم، ترمذی نسائی اور ابو داؤد کی روایات بالا کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری مرتبہ کے بیدار ہو کر مسکرانے پر حضرت ام حرام کے استفسار پر جوابی ارشاد کے متعلق روایت کے الفاظ ہیں۔ فاجابها مثل جوابها الاول، یعنی حضور نے حضرت ام حرام کو پھر بعینہ وہی جواب ارشاد فرمایا جو پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ اس روایت کے پہلی مرتبہ کے الفاظ ہیں۔

یعنی میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو دریا کی پشت پر اس طرح سوار تھے جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں

ناس من امتی عرضوا علی یرکبون ظهر هذا البحر کالملوک علی الاسرة۔ یعنی میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو دریا کی پشت پر اس طرح سوار تھے جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ جب دوسری مرتبہ بیدار ہو کر مسکرائے تو پھر بھی آپ نے پہلے ہی کی طرح کسی اور بحری جنگ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی۔

قارئین کرام حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی یہ دوغزوات والی روایت صرف صحاح ستہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اکثر کتب احادیث اور تقریباً تمام تواریخ اسلام میں بھی موجود ہے۔ (مشہور دیو بندی مصنف مولوی محمد یوسف صاحب کاندھلوی نے اپنی کتاب حیاۃ الصحابہ ۶۴۲ اور مولوی زکریا صاحب دیو بندی نے تبلیغی جماعت کے نصاب میں حکایات صحابہ کے باب میں ۱۲۹ پر بھی یہی روایت نقل کی ہے) لیکن فی الحال اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف صحاح ستہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ امید ہے حدیث کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے (بزعم خود اہلحدیث) حضرات ان احادیث کو بھی ضرور

(جاری ہے)

از: رانا جماعت علی خان

شاہِ لاثانی کے شیخِ لاثانی

غوث زمان، قطب دوران، امام العارفین، قدوۃ السالکین
حضرت خواجہ خواجگان حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی

نام و نسب:۔ غوث زماں، قطب دوران، امام العارفین خواجہ خواجگان حضرت باواجی چوراہی کا اسم گرامی خواجہ فقیر محمد اور لقب حاجی گل تھا۔ مگر عوام الناس اور وابستگان سلسلہ آپ کو عقیدت واحترام سے باوا صاحب کے نام سے پکارتے تھے اور یاد کرتے تھے۔ آپ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابا جیو صاحب کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ فاروقی النسب ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی قیوم اول مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی سے جا ملتا ہے اور پھر خلیفہ راشد ثانی فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

ولادت باسعادت:۔ خواجہ خواجگان حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ الصمدنی کی ولادت باسعادت ۱۲۱۳ھ کو موضع تیزئی شریف علاقہ تیراہ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے نامور دادا حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ النورانی بقید حیات تھے۔ جس روز آپ اس دنیائے دوں میں تشریف لائے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ اہل خاندان متردد ہوئے۔ مگر جب اس کی اطلاع آپ کے جد الجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے برجستہ فرمایا

''یہ تو ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے''۔
پھر تو مولود کو بڑی شفقت و محبت سے اپنی گود مبارک میں لیا اور اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی جسے آپ تا دیر چوستے رہے۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ النورانی نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''یہ بچہ بڑا نیک بخت ہے۔ اس کے وجود مسعود سے کثیر خلق خدا فیض یاب ہوگی''۔ معلوم ہوا کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔
آپ کا چہرہ انور روز اول سے ہی انوار الٰہی سے مثل ماہتاب درخشاں تھا۔

تعلیم و تربیت:۔ حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی کے والد ماجد شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہ العزیز روحانیت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور علوم ظاہری میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔
علوم القرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ میں انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ علوم باطنی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کی ولایت کا شہرہ شمالی علاقہ جات کے علاوہ پاک و ہند میں دور دراز تک تھا۔ جب حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد ماجد شیخ المشائخ، حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہ العزیز نے خود ہی حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے کا بیڑہ

اٹھالیا۔

حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بہت تیز تھا۔ لہٰذا کم عمری میں ہی قرآن حکیم کے اسرار و معارف سے آگاہی حاصل کر لی۔ قرآن مجید کی تعلیمات سے فراغت حاصل کر کے عربی، فارسی اور اردو کی کتب کا مطالعہ کیا۔ ازاں بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتب پڑھیں۔ دوران تعلیم ہی آپ کو کتب تصوف کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ فارغ اوقات میں بزرگان دین کی کتب زیر مطالعہ رہنے لگیں۔ فقہی مسائل میں اس حد تک عبور حاصل تھا کہ اگر کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ آئمہ اربعہ کے مسلک کے مطابق مسئلہ کا حل بیان فرما دیتے مگر امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کی پابندی کو لازم قرار دیتے۔

بیعت وخلافت:۔ حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد چوراہی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بیعت کرنے کے لیے شیخ کامل کی تلاش میں دور دراز کے سفر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ کے سارے سلسلہ نسب میں اولیاء کرام کی ایک طویل قطار ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے اولوالعزم ولی شمار ہوتے تھے۔ باوا جی قدس سرہ النورانی نے تصوف کے اسرار و رموز اپنے والد ماجد سے حاصل کیے اور آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے باقاعدہ بیعت ہونے کے قلیل عرصہ بعد ہی آپ طریقت وحقیقت کے اس مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ جہاں پہنچنے کے لیے مدتوں، ریاضت و مجاہدہ کی گھاٹیوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لختِ جگر کی تربیت میں کسی قسم کا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کو کامل و مکمل رہبر کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ آپ نے صرف دس سال کے قلیل عرصے میں طریقت وحقیقت کے اسرار و رموز سے آشنائی حاصل کر لی تھی۔ لہٰذا جذبہ و سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا گیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کا فریضہ سونپا گیا۔ یوں تو حضرت باوا جی کو چہار سلاسلِ طریقت اور چودہ خانوادوں میں بیعت کی اجازت تھی۔ مگر آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی خصوصیات کی بنا پر زیادہ تر اسی طریقہ کی ترویج و ترقی اور اشاعت میں کوشاں رہے۔

رشد و ہدایت:۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت باوا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قیام گاہ پر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”اپنا باطن درست کرو کیونکہ مرنے کے بعد باطنی اعمال ہی نجات کا باعث بنیں گے ظاہری احکام شریعت کی پابندی کرو تب ہی باطنی اعمال درست ہونگے“ آپ لوگوں کو حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و سنت کی متابعت کا درس دیتے تھے۔

حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بہت تیز تھا۔ لہٰذا کم عمری میں ہی قرآن حکیم کے اسرار و معارف سے آگاہی حاصل کر لی۔ قرآن مجید کی تعلیمات سے فراغت حاصل کر کے عربی، فارسی اور اردو کی کتب کا مطالعہ کیا۔ ازاں بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتب پڑھیں

اپنے مریدین کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے اور گاہے بگاہے دور دراز علاقوں کا تبلیغی دورہ بھی فرماتے۔

تبلیغی سفر کے دوران مساجد میں قیام فرماتے یا آبادی سے دور کھلے میدان میں شب بسر کرتے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کی صحبت اور نگاہ کیمیا اثر سے علم وعرفان کے آفتاب بن کر چمکے اور فیضانِ نقشبندیہ مجددیہ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔

حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی خادم دربار نقش لاثانی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور ظاہری و باطنی فیوض میں مخصوص و منفرد دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کی

توجہ میں کیمیائی تاثیر تھی۔ اکثر طالبوں کو ایک توجہ میں صاحب ارشاد واجازت بنا کر رخصت فرما دیتے تھے۔ آپ سپہر معرفت کے وہ آفتاب تھے جس کی تابانیاں وہم و تصور سے بلند تر اور شرح و بیان سے بالاتر ہیں۔ دور نزدیک کے ہزارہا تشنہ لب اس چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ برصغیر کے اطراف واکناف میں آپ کے پروردہ نگاہ موجود ہیں"۔

عادت پسندیدہ واخلاق حمیدہ:۔ حضرت خواجہ بابا جی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ النورانی۔ فاروقی وصدیقی انوار برکات کا مرقع تھے۔ طبیعت میں فاروقی جلالیت اور صدیقی جمالیات کا امتیاز پایا جاتا تھا۔ ہر وقت خوش خرم رہتے۔ چہرہ انور پر رعب تھا مگر سالہا سال تک کسی پر غصہ کا اظہار نہ فرماتے۔ تحمل و بردباری، صبر واستقلال، توکل علی اللہ اور تسلیم و رضا کا پیکر تھے۔ کسی "دنگی" کے خلاف شکایت سننا گوارا نہ تھا۔ درویشوں کی لغزشوں اور خطاؤں پر گرفت نہ کرتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔ جمالی طبیعت کے باوصف آپ کی شخصیت پر وقار اور بارعب تھی بڑے بڑے علماء وفضلا کو آپ کی محفل میں لب کشائی کی جرات نہ ہوتی تھی۔ امراء سے ربط کو زیادہ پسند نہ فرماتے بلکہ مساکین و غرباء سے نہایت محبت والفت سے پیش آتے تھے۔ امراء کی مالی حیثیت سے متاثر نہ ہوتے بلکہ ان سے ربط کی غرض وغایت محض ان کی اصلاح ہوتی تھی۔ خاموشی آپکی عادت ثانیہ تھی۔ کیونکہ نقشبندیت میں خاموشی کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احباب ومتوسلین کو بھی خاموشی اختیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک خاموشی اختیار کرنا آپ کا معمول تھا۔ ہر ایک کو اس کی باطنی استعداد اور دلی اخلاص کے مطابق تربیت فرماتے تھے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا بدبخت نہ رہتا تھا آپ کی طبیعت میں تصنع وریا اور تکلف نام کو نہ تھا۔ عجب وغرور، فخر وخود پسندی آپ کے نزدیک تک نہ آئی تھی۔ مسکنت وتمکنت اور وقار آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ صدیقی انوار وتجلیات آپ کے چہرہ انور سے ہویدا تھے۔ تعویذ نویسی میں زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے۔ اکثر دعا ہی سے لوگوں کے مقصد سنوار دیا کرتے۔ آپ بے حد خوش خلق اور شیریں لب و لہجہ کے مالک تھے۔ مساکین وغرباء اور عامۃ المسلمین سے آپ ہمیشہ محبت وشفقت سے پیش آتے۔ اپنی امراض کو حتی الوسع پوشیدہ ہی رکھتے۔

> **تبلیغی سفر کے دوران مساجد میں قیام فرماتے یا آبادی سے دور کھلے میدان میں شب بسر کرتے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کی صحبت اور نگاہِ کیمیا اثر سے علم وعرفان کے آفتاب بن کر چمکے اور فیضانِ نقشبندیہ مجددیہ کو چاردانگ عالم میں پھیلایا۔**

خوراک و لباس:۔ آپ صاف ستھرے لباس اور سادہ خوراک کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے سر پر کلاہ اور اس پر سبز دستار پہنتے تھے۔ بدن پر کبھی نیلے رنگ کی لنگی یا چادر اوڑھتے تھے۔ پوٹھوہاری پاپوش زیب پا کرتے اور ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھا کرتے تھے۔ آپکو خمیری روٹی، اور کھچڑی زیادہ مرغوب تھی۔ مرغن اور لذیذ کھانے آپ کو سخت ناپسند تھے۔ کسی خاص چیز کے عادی نہ تھے بلکہ جو کچھ میسر آجاتا برضا ، رغبت تناول فرما لیتے۔ دراصل آپ کی اصل غذا تو "ذکر وفکر" تھی۔

اتباع سنت:۔ حضرت خواجہ باوا فقیر محمد چوراہی قدس سرہ النورانی اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔ تمام امور دینی ودنیوی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سرانجام دیتے۔ آپ کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا ،طریق گفتگو غرضیکہ ہر کام میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی کامل اتباع ملحوظ خاطر رہتی۔

آپ نہ صرف خود شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ بلکہ اپنے ارادت مندوں کو بھی متابعت وسنت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ خلاف شرع امور کو قطعی طور پر ناپسند فرمایا کرتے تھے۔

معمولات شبانہ روز:۔ خواجہ خواجگان حضرت بابا جی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی نصف شب کے بعد بیدار ہوتے، غسل فرماتے، پانی کی قلت کی صورت میں وضو پر ہی اکتفا فرمالیتے اور بالالتزام نماز تہجد سے اپنے دن کا آغاز فرماتے۔ تہجد کے نوافل کی ادائیگی کے بعد کبھی مراقبہ فرماتے کبھی تسبیح و تحمید اور کبھی تہلیل لسانی میں مشغولیت اختیار فرماتے اور کبھی ذکر وفکر خصوصاً ذکر نفی اثبات میں حضور قلب سے مشغول ہو جاتے۔

کبھی کبھی جب فرصت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانام کی اتباع میں فجر کی سنت سے قبل دائیں پہلو پر استراحت بھی فرمالیتے۔ فجر کی سنت اور فرائض کے مابین بالالتزام سورہ فاتحہ ۴۱ دفعہ پڑھتے بعد ازاں، سبحان اللہ العظیم وبحمدہ، استغفر اللہ کی تسبیح کرتے۔ فجر کے فرائض باجماعت ادا فرمانے کے بعد طلوع آفتاب تک مراقبہ کرنا آپ کا معمول تھا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب سورج ایک نیزہ اوپر آجاتا تو کبھی دو، کبھی چار رکعت نوافل اشراق کے ادا کرتے اور دو نفل برائے استخارہ بھی ادا فرماتے تھے۔ ازاں بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے۔ دو سے اڑھائی سیپارے تلاوت کرنا آپ کی عادت مبارک تھی۔ تلاوت کے بعد جب آفتاب خوب گرم ہو جاتا تو چاشت کے نوافل ادا کرتے۔ بعد ازاں ناشتہ تناول فرماتے جو انتہائی سادہ اور قلیل ہوتا۔ زائرین اور مریدین کی فریاد رسی فرماتے دور دراز سے آنے والوں کو رخصت فرماتے۔ ان امور سے فراغت حاصل کر کے سنت کے مطابق قدرے کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے۔

ظہر کی اذان کے ساتھ ہی بیدار ہو جاتے۔ طہارت ووضو فرما کر مسجد میں تشریف لے آتے۔ نماز ظہر کے بعد بھی کلام مجید کی تلاوت کرنا آپ کا معمول تھا۔ تلاوت کے بعد حاجتمندوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ کسی کو پانی دم کر کے دیتے، کسی کو تعویذ اور کسی کے حق میں صرف دعا فرماتے تھے۔ آپ کا یہ معمول بھی تھا کہ صبح کی سنت اور فرائض کے مابین پانی یا چینی وغیرہ حسب موقع دم کر کے دیتے جس سے جسمانی اور روحانی مریض شفاء کاملہ و عاجلہ سے ہمکنار ہوتے۔ نماز عصر عین وقت مقررہ پر ادا فرماتے۔ عصر کی چار سنت کبھی ترک نہ فرماتے۔ نماز عصر کے بعد قیوم دوم خازن الرحمت، عروۃ الوثقیٰ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ السامی کا ختم شریف پڑھتے اور خواص کو بھی اس کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دیتے اور اجازت فرماتے۔

مغرب کی نماز باجماعت ادا فرما کر اوابین ادا کرنا بھی آپ کا معمول تھا۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد زائرین و مریدین اور درویشوں کے طعام کا انتظام کرتے اور خود بھی قلیل طعام نوش فرماتے۔ عشاء کی نماز اول وقت میں ادا فرماتے اور سونے سے قبل مراقبہ کرنا بھی آپ کا معمول تھا۔

دوران سفر ہمیشہ مسجد میں قیام فرماتے۔ آپ اکثر ارشاد فرمایا کرتے کہ "میں اللہ کا مہمان ہوں لہٰذا اللہ کے گھر میں ہی قیام کروں گا"۔ ذکر وفکر اور مراقبہ ومحاسبہ سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر استراحت فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی سے والہانہ عقیدت

نقشبندیت اور مجددیت کے اسرار ورموز آپ کے چہرہ انور سے عیاں تھے۔ خلوت در انجمن، باز گشت و یادداشت اور وقوف قلبی آپ کے دستور العمل کا حصہ تھا۔ دائمی حضور و آگاہی میں کمال کے درجے پر تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر بزرگ امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر سال ایک قافلے کی صورت میں امام ربانی حضرت مجدد

الف ثانی کے سالانہ عرس مبارک میں شرکت فرماتے تھے۔
اس قافلے میں آپ کے منظور نظر خلفاء اور مریدین شامل ہوتے تھے۔ سرہند شریف پہنچ کر آپ اپنا بیشتر وقت حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی کے مرقد انوار کے سامنے قدموں کی جانب گزارتے۔ بارگاہ مجددیت کے خادموں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

صاحبزادگان:۔ حضرت باباجی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی کے پانچ صاحبزادے تھے۔ ان میں دو تو بچپن میں ہی راہی ملک بقا ہو گئے۔ البتہ دیگر تین صاحبزادے صاحب کمال ہوئے ہیں جن کا فیض برصغیر پاک و ہند خصوصا کشمیر میں جاری وساری ہے۔

(ا) آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا اسم مبارک احمد نبی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

(ب) دوسرے صاحبزادے کا نام مبارک محمد سید شاہ علیہ الرحمۃ تھا۔ (ج) اور تیسرے صاحبزادے کا نام نامی قادر بخش علیہ الرحمۃ تھا۔

آپ کے یہ تینوں صاحبزادگان صاحب اولاد تھے۔ سب کی اولاد اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اسلاف کا فیض تقسیم کرنے میں مصروف ہے۔ قصہ مختصر جس طرح آپکی ذات مبارک مظہر فیوض تھی اسی طرح آپ کی اولاد پاک بھی عام و خاص کے لیے چشمہ فیض ہے۔

خلفاء عظام:۔ حضرت قطب العصر باواجی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی کے فیض یافتہ خلفاء کرام بھی اپنے وقت کے کامل ومکمل ولی ہوئے ہیں آپ کے عظیم المرتبت خلفائے مجاز نے بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق سلسلہ عالیہء نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا۔ ان عظیم ہستیوں نے حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشن کو جاری رکھا جس کی اشاعت آپ زندگی بھر کرتے رہے۔ ان میں سے بعض نے تو دنیا بھر میں شہرہ حاصل کیا اور نقشبندی فیض کو جھولیاں بھر بھر کر لٹایا۔ ان میں سے حضرت پیر اور شہنشاہ فقیر حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال نے عرب وعجم میں اپنے روحانی فیض کے چشمے جاری کیے۔

دیگر خلفائے کرام میں حضرت خلیفہ خواجہ خان محمد عالم خان رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف اور ان کے برادرزادہ حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف حضرت مولوی غلام محمد بگوی علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم عیدگاہ راولپنڈی، حضرت مولوی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ گجرات، حضرت مولوی غلام نبی قریشی علیہ الرحمۃ چک قریشیاں، حضرت مولوی غلام یوسف علیہ الرحمۃ اور حضرت راجہ شیر باز خان رحمۃ اللہ علیہ موضع پڑکی ضلع گوجر خان قابل ذکر ہیں۔
علاوہ ازیں مولوی مست علی مرحوم متر انوالی، سید غلام قادر کوٹلی سیداں، حافظ فتح دین رنگپورہ سیالکوٹ، صاحبزادہ نواب الدین ساکن بشندر اور حافظ جوڑی والا مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بھی آپ کے خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔

وصال:۔ حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد قدس سرہ الصمدانی نے سوسال سے اوپر عمر پائی۔ چند روز صاحب فراش رہ کر ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بمطابق یکم جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعرات، مابین ظہر وعصر دار فانی کو خیر باد کہا اور عالم جاودانی کی راہ لی۔

آپ کا مزار پر انوار چورہ شریف ضلع اٹک میں مجمع انام ہے۔ آپ کا عرس مبارک امسال **31** مارچ اور یکم اپریل کو ہورہا ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں مریدین و معتقدین اور متوسلین دربار گوہر بار پر آپ کے روحانی فیوضات و برکات سے اپنے دامن مراد بھر کے لے جائیں گے۔ آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم المشائخ حضرت الحاج پیر بدر الدجیٰ مدظلہ العالی آپ کی زندہ کرامت ہیں جو نہایت ہی نوعمری میں ایک مثالی پیر کا کردار ادا کر کے اپنے آباؤ اجداد کے فیوض و برکات کو نہایت احسن طریقے سے دور دور تک پھیلا رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

مجلۃ الدعوۃ کی سنگینیاں؟

ابن اصغر

ماہنامہ مجلۃ الدعوۃ کی پیشانی پر یہ تعارفی جملہ مرقوم ہے" دنیائے صحافت میں دعوت و جہاد کی موثر آواز" ۔الدعوۃ جہاد کے نام پر بلند بانگ دعوے کرنے والے ایک ایسے لشکر کا نقیب ہے۔ جس کے ہاں جہاد کا تصور تصنع، بناوٹ، ظاہر داری شور شرابہ، مسلکی پروپیگنڈا، بدعت وسطحیت پر مبنی نظریات کی ترویج، اور مسلمانوں کی اجتماعت یعنی اہلسنت سوادِ اعظم کے خلاف قرآن وسنت کی من مانی تشریحات کی بناء پر ایک غیر اعلانیہ میڈیا جنگ کو جاری رکھنا ہے۔ صوفیاء کرام کی ذوات مقدسہ جن کے دم قدم سے اللہ تعالی نے اسلام کو فروغ بخشا اور کفرستانِ ہند میں اسلام کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا۔ جن کی مساعیء جمیلہ سے اسلام اس خطۂ ارضی کی ایک غالب طاقت بن گیا اور بالآخر انھی مشائخ وصوفیاء کرام کی امدادِ روحانی کی برکتوں سے اسلامیانِ ہند قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں پاکستان کی صورت میں کرۂ ارضی پر ایک دوسرا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مجلۃ الدعوۃ کا ان صوفیاء کی بابرکت ہستیوں کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی روش کو تسلسل کے ساتھ اپنائے رکھنا امت مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

برعظیم پاک وہند میں مسلمان کئی صدیوں تک جہادی ولولوں کے ساتھ برسرِ اقتدار رہے۔ ان کی سیاسی سطوت وشوکت نے خطۂ ہند کو پوری دنیا کے لیے ایک مثالی خطہ بنادیا۔ دنیا کی بڑی بڑی قومیں اسے فتح کرنے کے خواب دیکھتیں۔ مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں پوری دنیا میں متحدہ ہندوستان کو سونے کی چڑیا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مسلم سلاطین ہند کی یہ سیاسی عظمت، صوفیاء کرام کی روحانی برکت کی مرہونِ منت تھی۔ محمود غزنوی سے لیکر شہاب الدین غوری تک اور سلاطین دہلی سے لیکر مغل فرمانرواؤں تک سب ہی کافروں کے خلاف جنگ آزما ہونے سے پہلے صوفیاء کرام کی روحانیت کی برکت سے اللہ رب العزت سے فتح ونصرت کی بھیک مانگا کرتے تھے۔ اور کامیاب و کامران ہوا کرتے تھے۔ مگر مجلۃ الدعوۃ جس نام نہاد جہادی لشکر کا نقیب ہے اس کے فکری ڈانڈے سعودیہ کے آل سعود اور آل شیخ کے برسرِ اقتدار مسلمان کہلانے والے ان سیاسی ومذہبی گروہوں سے جا ملتے ہیں۔ جن کا ایمان اتنا ناکارہ ہو چکا ہے کہ وہ امریکہ جیسی دنیا کی سب بڑی اسلام دشمن طاقت کے چرنوں میں بیٹھے اپنے نام نہاد اقتدار کے تحفظ کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہوتا اور عقیدۂ توحید اگر انکے رگ وریشے میں حقیقتاً سرایت کر چکا ہوتا تو وہ صرف اللہ اور اللہ والوں کیطرف دیکھتے۔ دنیا کے سب سے بڑے شیطان سے مدد ونصرت کے خواہاں نہ ہوتے۔ اور اپنا شمار اولیاء الشیطن میں نہ کرواتے۔ اولیاء الشیطن ہمشیہ سے اولیاء الرحمن کیخلاف برسرِ پیکار رہے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

چنانچہ اولیاء الشیطن سے فکری ونظریاتی ربط وضبط رکھنے والا مجلۃ الدعوۃ بھی اس ستیزہ کاری میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ اس کے پیش رووں نے ابن سعود کے گروہ کی شکل میں سلطنتِ عثمانیہ کے نام سے قائم مسلمانوں کی اجتماعیت کیخلاف سامراجی ایجنٹ بن کر شرمناک کردار ادا کیا۔ جبکہ مجلۃ الدعوۃ موجودہ دور میں اپنے بڑوں کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے دن رات مسلمانوں کی اجتماعیت (اہلسنت سوادِ اعظم) کو نقصان پہنچانے کے درپے

رہتا ہے۔اس سلسلے میں اس کا سب سے بڑا ہدف صوفیاء کرام کی ذواتِ مبارکہ ہیں۔جنھیں اللہ تعالیٰ نے حقیقی اسلام کا نقیب اور مسلمانوں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ بنایا ہے۔

چنانچہ مجلۃ الدعوۃ کے ہر شمارے میں یوسوس فی صدر الناس کا شیطانی عمل، کسی نہ کسی بہانے صوفیاء کرام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے کے لیے ضرور سرانجام دیا جاتا ہے۔

ماہِ فروری 2001ء کے شمارہ میں باب الدعوۃ کے عنوان کے تحت ایک جاہل کے ہاتھوں لفظ عشق کے معنی ومفہوم کے بیان کی آڑ میں صوفیاء کرام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صوفیاء کرام، بزرگانِ دین کے ہاں لفظ عشق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت کے لیے استعمال ہوا ہے۔جو کہ مقصودِ ایمان ہے۔ارشادِ خداوندی ہے والذین امنوا اشد حبا للہ (البقرۃ:۱۶۵) اور جو ایمان والے ہیں اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں باب الدعوۃ والے جاہل نے لفظِ عشق کے مفہوم کے بیان کے سلسلہ میں لغت اور طب کی کتابوں کے حوالے دے کر خود کو محقق اور اپنے بیان کو تحقیقی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تحقیق کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ لفظِ عشق کا جو معنی صوفیہ ءکرام نے بیان کیا ہے، اسے بھی مستند کتابوں کے حوالے سے بیان کرتا مگر چونکہ اس صورت میں اس کا تلبیسی مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا۔لہذا اس نے لغت، طب اور عام محاورے کا سہارا لیکر صوفیاء کرام کے پاکیزہ کردار پر بھرپور نشتر چلانے کی کوشش کی ہے۔قرآنِ پاک میں یہودیوں کے منافقانہ کردار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون (البقرۃ:۴۲) ترجمہ:اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔آج کے دور میں یہودیوں کی اس قبیح روایت کو مجلۃ الدعوۃ زندہ رکھے ہوئے ہے۔باب الدعوۃ کے جاہل صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن نے زلیخا کے متعلق تراودفتھا وہ اس پر فریفتہ ہوئی استعمال کیا ہے۔آپ درست کہتے ہیں کہ اس کے نا پاک جذبہ کی ترجمانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ عشق نہیں استعمال فرمایا بلکہ دوسرے لفظ سے اس کو بیان کیا ہے۔کیونکہ رب تعالیٰ روزِ اول سے جانتا تھا کہ آپ جیسے علمی بددیانتی کا ارتکاب کرنے والے جہلاء اس دنیا میں آئیں گے۔مسلمان کہلا کر یہودیوں والا کردار ادا کریں گے اور مقربانِ بارگاہ احدیت کی شدید محبت الٰہیہ کے پاک جذبۂ عشق کو بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔سورب نے زلیخا کی اس ناپاک فریفتگی کے لیے لفظ عشق استعمال نہیں فرمایا۔

البتہ جس لفظِ محبت کے استعمال کی آپ تلقین فرمارہے ہیں۔اسے عشق کے مقابلہ میں مہذب قرار دے رہے ہیں۔اور اپنے ذہنی افلاس کو ماں، بہن اور بیٹی کے مقدس رشتوں کے حوالے سے ظاہر فرما کر محبت کے لفظ کو بہت اچھا اور عشق کو بہت برا بتارہے ہیں جہالت ومنافقت کی بندگلی سے باہر آکر، حق کو باطل سے ملانے اور حق کو چھپانے کے یہودی وطیرہ کو چھوڑ کر، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی اس پوری آیت کو پڑھیے، اپنی تحریر میں آیت کے چند لفظ ذکر کرکے عوام الناس کو دھوکا دینے کی اپنے بخدی بزرگوں کی ریت چھوڑیئے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو مذہبی جرائم پیشہ زندگی سے نجات عطا کرکے ہدایت کا نور عطا فرمائے۔پوری آیت مبارکہ یوں ہے۔و قال نسوۃ فی المدینۃ امرات العزیز تراود فتھا عن نفسہ قد شغفھا حبا انا لنرھا فی ضلل مبین (یوسف:۳۰) ترجمہ:اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بی بی (بیوی) اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے۔بے شک ان کی محبت اس کے دل میں پیرگئی ہے۔ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔قرآن نے زلیخا کے ناپاک جذبۂ فریفتگی کو عشق سے نہیں حب (محبت) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔جبکہ تعلق باللہ کے پاکیزہ ترین جذبے کو بھی حب (محبت) سے بیان کیا ہے۔ایک ہی لفظ ہے۔مگر والذین امنوا اشد حبا للہ میں کائنات کے پاکیزہ ترین جذبہ کے لیے اور قد شغفھا حبا میں ایک عورت کے ناپاک جذبۂ فریفتگی کے لیے استعمال ہوا ہے۔یہاں باب الدعوۃ کے تحریر کرنے والے چھوٹے جاہل صاحب اور جنکی زیرنگرانی اسلام کو مسخ کرنے کا یہ کھیل کھیلا جارہا ہے وہ بڑے جاہل صاحب کیا فرمائیں گے۔حقیقت یہ ہے کہ لفظِ عشق ہو یا محبت وہ خود برا نہیں ہے بلکہ اس کا استعمال برا ہے۔آپ کا ذہن چونکہ برائی اور شیطنت کی آماجگاہ ہے اس لیے آپ کو لفظ عشق کا استعمال برا لگا مگر صوفیاء کرام چونکہ پاک باطن لوگ ہوتے ہیں اسلیے انھوں نے اس لفظ کی معنویت میں پائی جانے والی اچھائی کو لے لیا۔

محمد خاور حسین نقشبندی

روشنی

تین ایمان افروز واقعات

نویں صدی ہجری کے مشہور و معروف علامہ عبد العزیز مکی اپنے رسالہ "فیض الجود علی حدیث شیبتنی ہود" میں عارف باللہ سیدی عبداللہ ابن اسعد یافعی کی کتاب "نشر المحاسن" کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانے میں بہت زیادہ مشہور ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا

کرتے اور پھر زیارت روضہ اقدس کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار بصورت قصیدہ حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت قبول فرمالی۔ آپکو اسکا علم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی مدح سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اسکے مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا جنکو پہلے ہی سے سمجھا رکھا تھا۔ وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپکی زبان کاٹ ڈالی۔ اس کے بعد اس کم بخت رافضی نے کہا جاؤ یہ زبان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جنکی تم تعریف کرتے ہو وہ اسکو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے ہوئے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ آنسوؤں کے ذریعے داستان رنج و غم کہہ سنائی اسی عالم میں آنکھ لگ گئی اور نبی پاک صاحب لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ ہمراہ آپکے صاحبین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین تھے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اسی جگہ لگا دی۔ شیخ یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ لگی ہوئی تھی۔ دربار نبوت کا یہ کھلا معجزہ دیکھ کر شیخ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمالی اور اس کے ساتھ تشریف لے گئے مکان کے اندر داخل ہوئے تو وہی پہلے والا مکان معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے داخل ہو گئے۔ اس شخص نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے کھلائے کھانے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا۔ وہاں دیکھا ایک بندر بیٹھا ہے۔ اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے۔ فرمایا نہیں اس نے عرض کی حضرت یہ وہی شخص ہے جس نے آپکی زبان کٹوائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بندر کیصورت میں مسخ کر دیا۔ یہ میرا باپ ہے

اور میں اسکا بیٹا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

(۲) ایک نیک بخت لکڑیاں بیچا کرتا تھا اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یوں کہا کرتا تھا الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سورج اور چاند سے بھی روشن ومنور ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی مقدار کے برابر رحمت نازل فرما۔ کچھ لوگ ان کلمات کو سن کر جل جاتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر لکڑیوں کا گھٹا رکھا ہے پاس آکر پوچھا کیا لکڑیاں بیچتے ہو۔ اس نے کہا ہاں چنانچہ اسے اپنے گھر لے آئے اور غریب کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور رات کو اپنے مکان سے دور جا کر اسے پھینک دیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو لیکر انکی جگہ پر جوڑ دیا۔ اللہ تعالٰی نے اسکو اصلی حالت پر کر دیا اور یہ نیک انسان پھر اسی طرح

کام کرنے لگا۔ ایک دن انہوں نے اسے دیکھ لیا اور سخت متعجب ہوئے۔ گھر لے جا کر اس سے خوشامدانہ لہجے میں کہا یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے سارا واقعہ سنا دیا یہ واقعہ سن کر انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا بھلا کہنے سے توبہ کی۔

(۳) ایک نیک شخص حج کے لیے روانہ ہوا۔ زائد سامان بغداد کے ایک زاہد کے پاس رکھ گیا۔ رخصت کے وقت زاہد نے اس سے کہا کہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہو اور کہنا کہ اگر آپ کے پہلو میں دو دوست نہ ہوتے تو میں ہر سال آپکی زیارت کے لیے آیا کرتا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر اسکو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ نے فرمایا فلاں شخص کا پیغام بیان کر۔ میں نے جونہی پیغام سنایا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو وہاں موجود تھے کہاں فلاں شخص کو حاضر کروں وہ شخص فوری طور پر آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اسکی گردن اڑا دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً اسکا سر قلم کر دیا آنکھ کھلی تو خون کے وہ قطرے میرے کپڑوں پر موجود تھے۔ جب میں مدینہ طیبہ سے بغداد واپس پہنچا تو اس کا ہم شکل بیٹا مجھے ملا۔ میں نے اس سے زاہد کے بارے میں دریافت کیا بیٹے نے کہا ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ گھر میں سویا ہوا تھا کہ دفعتاً کوئی شخص اسے یہاں سے اٹھا کر لے گیا اور اس کے بعد اسکا کہیں پتہ نہیں چلا۔ میں نے خواب کی کیفیت اور اسکے قتل کا واقعہ اس کے بیٹے کو سنایا وہ یہ سن کر رونے لگا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی دشمنی سے توبہ کی اور میرا سامان مجھ کو واپس کر دیا (نزہۃ المجالس)

صحابہ سے جو کرتے ہیں بے وفائی
انھی پہ ہے غضب و عتاب الٰہی

آپ نے یہ تین عبرت انگیز واقعات ملاحظہ فرمائے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا دشمن ہو خدا کی ذات انھیں جہنم کی سزا تو دے گی لیکن دنیا میں یہ حضرات کس قدر ذلیل ورسوا ہوئے۔

حضرات محترم اللہ تعالٰی سے ہمیشہ ادب واحترام کی دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں اپنا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کرام علیہم السلام قرآن پاک صحابہ کرام اہلبیت اطہار، ائمہ مجتہدین اولیاء کاملین کا مودب رکھے۔ کسی شاعر نے بہت خوب کہا۔

از خدا خواہم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت فضل حق

ترجمہ: اللہ تعالٰی سے ہمیشہ ادب کی توفیق مانگنی چاہیے کیونکہ بے ادب اللہ تعالٰی کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ادب کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت کے لیے تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا اور شجر اسلام کی اپنے خون سے آبیاری کی ہے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقاں پاک طینت را۔

☆☆☆

علم الدین غازی

فدائی معرکوں میں تحریک جہاد ااا بریگیڈ کے دو کمانڈر شہید

عظمتوں کے پاسبان فدائی کمانڈر طاہر شاہ جیلانی

عظمتوں کے پاسبان فدائی کمانڈر طاہر شاہ جیلانی عرف شاہ جی فدائی کمانڈر سید طاہر علی شاہ جیلانی ضلع ہزارہ کالا ڈھاکہ تلی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ کراچی میں 1979ء میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم پائی۔ مارچ 1999ء میں شادی ہوئی۔ والد بزرگوار کا نام سید آفتاب شاہ جیلانی تھے۔ وہ لاہور میں کاروبار کرتے ہیں ایک چھوٹا بھائی سید صفدر شاہ اور دو بہنیں ہیں شاہ جی بہادر، نڈر اور بے خوف مجاہد تھے۔ تحریک جہاد ااا بریگیڈ کے ساتھ وابستگی اختیار کیے ہوئے ابھی انھیں زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔ انھوں نے بڑے تھوڑے وقت میں تربیت کے وہ مراحل مکمل کر لیے تھے جن سے گذرنے کے لیے ایک سال سے زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے۔ ان کی رگوں میں حسنی اور حسینی خون جوش مارتا تھا۔ امام عالی مقام امام حسینؓ کے شہزارے جواں سال حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہیدِ دشتِ بلا سے انھیں بڑی عقیدت تھی۔ اسی لیے انھوں نے اپنا کوڈ نام اکبر شاہ پسند کیا تھا۔ تربیت مکمل کر کے آپ فدائی دستے میں شامل ہو لیے۔ ان کی جرأت بہادری دیکھتے ہوئے انھیں جلد ہی فدائی دستے کا کمانڈر بنا دیا گیا۔ آپ مقبوضہ جموں وکشمیر میں غاصب بھارتی فوجوں کے لیے پیغام موت تھے۔ آپ نے تھوڑے سے عرصے میں اٹھائیس کامیاب فدائی کاروائیوں میں حصہ لیا۔ تمام جہادی تنظیمات کمانڈر طاہر شاہ کے عزم و حوصلہ جرأت و بہادری عسکری حکمتِ علی اور کسی بھی کاروائی کے لیے بہترین منصوبہ بندی کرنے کی بناء پر فدائی کاروائیوں کے لیے انھیں ایک سربرآوردہ کمانڈر مانتی تھیں۔ مقبوضہ کشمیر ضلع پونچھ تحصیل سر نکوٹے میں انڈین آرمی نے کلالی کے مقام پر ایک کیمپ قائم کر رکھا تھا جس میں مظلوم کشمیری عوام پر تشدد کیا جاتا تھا اور خواتین کی عصمت دری کی جاتی تھی۔ عید بقر کے دوسرے روز جبکہ شراب کے نشے میں دھت بھارتی فوجی مسلمان خواتین کی عصمت دری کا شنیع کھیل کھیل رہے تھے 11 بجے دن آٹھ جہادی تنظیمات کی مشترکہ فدائی دستے نے کمانڈر طاہر شاہ کی قیادت میں کیمپ پر حملہ کر دیا۔ کمانڈر طاہر شاہ اور ان کے ساتھی بھارتی فوجیوں کی بیرکوں میں گھس گئے اور خود کار تھیاروں ہوے۔ کمانڈر طاہر شاہ اور انکے ایک ساتھی نے جامِ شہادت نوش کیا۔ تھوڑی دیر میں بھارتی فوج کے دستوں نے قریبی چھاؤنی سے آکر اس کیمپ کو گھیر لیا۔ مجاہدین کیمپ چھوڑ کر اپنی پناہ گاہوں کمانڈر طاہر شاہ کے والد نے اپنے عظیم فرزند کی شہادت کی خبر سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ بیٹے کے لیے دعائے خیر کی اور کہا کہ میں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ تم جس راہ پر نکلے ہو، اس پر ہمیں جانا چاہیے تھا مگر تم ہم سے نمبر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ میرے جوان بیٹے کی شہادت کو قبول کرے۔ آمین

کمانڈر محمد امین رضا

المعروف **ایاز فائٹر**

مقبوضہ کشمیر ضلع پونچھ تحصیل مینڈر کے علاقہ پٹھانہ تیر میں تحریکِ جہاد ااا۔ بریگیڈ کے مجاہدین خفیہ میٹنگ میں مصروف تھے کہ انڈین آرمی نے مخبری پر علاقے کا گھیراؤ کر لیا اور مجاہدین کو ہتھیار ڈالنے کو پیشکش کی۔ مجاہدین نے غلامی کی زندگی پر شہادت کی موت کو ترجیح دیتے ہوئے یارسول اللہ کے نعروں کی گونج میں دشمن پر حملہ بول دیا۔ کئی گھنٹے تک جاری رہنے والی اس جھڑپ میں 21 فوجیوں کو واصل جہنم کر کے تحریک جہاد ااا۔ بریگیڈ تحصیل مینڈر کے کمانڈر محمد امین رضا المعروف ایاز فائٹر سکنہ کوٹلی آزاد کشمیر جام شہادت نوش کر گئے۔

☆☆☆☆

انٹرویو پینل: علم الدین غازی
حافظ شاہد تبسم کشمیری

تحریک جہاد 111 بریگیڈ کے کمانڈر برکت حسین المعروف حاجی امیر حمزہ سے چند باتیں

تحریک جہاد 111 بریگیڈ جموں و کشمیر کے کمانڈر الحاج برکت حسین المعروف حاجی امیر حمزہ صاحب جو کہ آزادی کشمیر کے لیے جاری تحریک جہاد کے روح رواں ہیں۔ حاجی صاحب موصوف کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے کشمیر کے اندر تحریک جہاد کو شروع کیا اور کئی سالوں تک مقبوضہ کشمیر کے اندر بھارتی فوج پر کاری ضربیں لگاتے رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور آج تک عزم صمیم کے ساتھ کفر کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ آپ 1969ء کو مقبوضہ کشمیر ضلع پونچھ تحصیل سرنکوٹ علاقہ بغلیاز گاؤں مڑاہ میں پیدا ہوئے۔ گجر قوم کے کھٹانہ قبیلہ سے تعلق ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام صلاح محمد کھٹانہ تھا۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور زمینداری، مال مویشی پالنے میں والدین کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ 1991ء میں سعودی عرب تشریف لے گئے۔ ڈیڑھ سال تک وہاں پر ٹائلیں ماربل وغیرہ لگانے کا کام کرتے رہے۔ حرم شریف اور مدینہ منورہ میں بھی آپ کو ماربل لگانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سعودی عرب میں ملازمت کے دوران ہی جہاد کا ارادہ کرلیا اور واپس آکر تحریک جہاد میں عملی طور پر شریک ہوگئے۔ مجلہ الحقیقہ کے قارئین کے لیے حاجی صاحب کا انٹرویو خصوصی طور پر لیا گیا جو کہ نظر قارئین ہے۔

الحقیقہ :۔ آپ تحریک جہاد کے ساتھ کب اور کیسے وابستہ ہوئے۔

کمانڈر امیر حمزہ:۔ سب سے پہلے تو میں مجلہ الحقیقہ کی انتظامیہ خصوصاً سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کو مجلہ الحقیقہ کے اجراء پر تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نازک وقت میں اہلسنت و جماعت کی طرف سے قلمی محاذ والی کمی کو پورا کیا اور ناچیز کو بھی اس قابل سمجھا کہ میں آزادی جموں و کشمیر کے لیے جاری جہاد کشمیر تحریک کے بارے میں لب کشائی کروں۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو کشمیر پر بھارتی فوج کی ظلم و بربریت کی داستانیں عروج پر تھیں۔ لیکن اس وقت جہاد باقاعدہ طور پر شروع نہیں ہوا تھا کشمیری عوام جو کہ پرامن لوگ ہیں۔ اسلحہ اور گولا بارود سے واقف نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ سڑکوں پر نکل آتے' آزادی کے حق میں نعرے لگاتے اور بھارتی فوج کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرتے لیکن یہ واقعات بھی صرف شہروں تک محدود تھے جہاں پر پڑھے لکھے لوگ رہتے تھے۔ دور دراز علاقوں میں تو لوگ آرمی کے خلاف بولنے سے بھی ڈرتے تھے کیوں کہ نہ صرف کشمیریوں کی سرزمین پر انڈین آرمی نے قبضہ کر رکھا تھا بلکہ سوچ و فکر پر بھی پابندیاں عائد تھیں۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت پریشان ہوتا اور سوچتا تھا کہ کب ہم ان غاصب درندوں سے جان چھڑائیں گے۔ جب کشمیر کے عوام نے یہ دیکھا کہ آزادی مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ غاصب سے اپنا حق چھین کے لینا پڑتا ہے تو انھوں نے جہاد کے راستے کو اختیار کرلیا۔ سعودی عرب میں قیام

کے دوران ہی میں نے جہاد میں عملی شرکت کا عزم کر لیا تھا اور واپس آ کر میں نے مجاہدین کی تلاش شروع کر دی۔ یاد رہے کہ اس وقت ہمارے ضلع پونچھ میں عسکری کارروائیاں نہیں شروع ہوئی تھیں۔ اگر کچھ لوگ تحریک جہاد کے فروغ کے لیے کوشاں تھے تو وہ بھی انڈر گراؤنڈ کام کر رہے تھے۔ کافی تگ ودو کے بعد ایک مجاہد محمد مقبول سے رابطہ ہوا جو کہ آج کل انڈیا کی ایک جیل میں بند ہے۔ جس دن میرا اس عظیم مجاہد سے رابطہ ہوا اسے میں زندگی کا سب سے قیمتی دن سمجھتا ہوں۔ میں نے مجاہدین کے ساتھ مل کر خفیہ مشن شروع کر دیے لیکن ہماری مخبری ہو گئی۔ ہم دو ساتھی اپنے ہائیڈ روٹ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ پولیس نے اس جگہ کو گھیر لیا اور ہم دونوں کو گرفتار کر کے ایک طرف چل پڑے۔ جب آبادی سے باہر دریا کے کنارے پہنچے تو مجھے جس سپاہی نے بازو سے پکڑ رکھا تھا اسے میں نے ایک گھونسا رسید کیا

اخلاق سے عاری جمہوریت کے دعویدار بھارت کی فوج نے اس معصوم پھول کو جو کہ آزادی یا غلامی کسی بھی چیز سے نا سمجھ تھا مار مار کر آدھ موا کر دیا اور راستے میں پھینک گئے۔ جسے ہمارے ایک عزیز اٹھا کر گھر لائے۔ آپ خود اندازہ کریں کہ جب ایک معصوم پر اتنا ظلم و تشدد کیا گیا تو باقی لوگوں پر کیا گزری ہو گی۔

اور اسے گرا دیا اسی اثنا میں میرے دوسرے ساتھی نے بھی اسی طرح کیا۔ ایک پولیس والے نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ قریب ہی ایک جگہ جرگہ بیٹھا تھا اور لوگ پنچایت میں مصروف تھے وہ بھی فائرنگ کی آواز سن کر آ گئے۔ آتے ہی مجھے کہنے لگے کہ تو نے فائر کیا ہے۔ میرے ہاتھ میں لکڑی کی چھڑی تھی جو کہ پولیس والے سے چھینی تھی۔ میں نے کہا کہ اگر اس میں سے گولی نکلتی ہے تو میں نے کیا ہے۔ اگر بندوق سے نکلتی ہے تو انہوں نے کیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ لوگ مخالف تھے لیکن یہ بات سن کر وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گئے اور پولیس والوں کی پٹائی شروع کر دی۔ میں نے ایک سپاہی سے جو کہ اچھی خاصی مار کھا کر ڈرا ہوا تھا اور معافیاں مانگ رہا تھا۔ اس سے گن چھین لی اور پوچھا کہ یہ کیسے چلتی ہے تو اس نے مجھے ڈر کے مارے چلانے کا طریقہ بتا دیا۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے میں نے کبھی کلاشنکوف نہیں چلائی تھی۔ ہم نے میگزین اتار کر دوبارہ لگایا۔ گن رکھی اور میگزین دریا میں پھینک دیا۔ قریب ہی آرمی کا کیمپ تھا۔ فائرنگ کی آواز سن کر آرمی والے بھی آ گئے اور ہمیں کہنے لگے آپ لوگوں نے فورس کے لوگوں کو کیوں مارا۔ میں نے کہا یہ سول کپڑوں میں ہیں۔ انہوں نے نقاب اوڑھ رکھے تھے اور ہم نے سمجھا یہ مجاہدین کے لوگ ہیں اور ہمیں پکڑ کر پاکستان لے جانا چاہتے تھے۔ اس لیے ان کی پٹائی کی ہے یہ سن کر آرمی والے بہت خوش ہوئے اور ہمیں چھوڑ دیا۔ پولیس والوں کی گنیں پکڑیں اور انہیں کیمپ میں لے گئے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سیدھا جنگل کی طرف نکل گئے اور کنٹرول لائن عبور کر کے سیدھا بیس کیمپ پہنچ گئے اور باقاعدہ طور پر مجاہدین کی ٹریننگ حاصل کرنا شروع کر دی۔

الحقیقہ:۔ سنا ہے جب کوئی مجاہد بیس کیمپ آ جائے تو آرمی اس کے گھر والوں پر بہت تشدد کرتی ہے۔ ایسے حالات میں آپ کے گھر والوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوا۔

کمانڈر امیر حمزہ:۔ میں آتے ہوئے ایس پی کے نام خط لکھ کر چھوڑ آیا تھا کہ اب میں ہتھیار لینے جا رہا ہوں اور واپس آ کر تم سے نمٹ لوں گا۔ میرے آنے کے بعد جب آرمی والوں نے اپنے افسروں کو جا کر بتایا انہوں نے حکم دیا وہ تو تربیت یافتہ ملی ٹینٹ ہے اسے فوراً تلاش کر کے لاؤ۔ پھر کیا تھا انڈین آرمی اس کی خفیہ ایجنسیاں ٹاسک فورس اور تمام ایجنٹ میری تلاش میں لگ گئے۔ میرے گھر والوں پر بہت تشدد کیا گیا۔ یہاں تک کہ میرا تین سال کا معصوم بچہ تھا آرمی والے اسے اٹھا کر کیمپ میں لے گئے اور مٹھائی ٹافیاں پیسے وغیرہ دے کر پوچھنے لگے تیرا باپ کہاں چھپا ہوا ہے۔ جب اس معصوم نے کچھ نہ بتایا تو بھارتی فوجیوں نے اس پر تشدد شروع کر دیا۔ اخلاق سے عاری جمہوریت کے دعویدار بھارت کی فوج نے اس معصوم پھول کو جو کہ آزادی یا غلامی کسی بھی چیز سے نا سمجھ تھا مار مار کر آدھ موا کر دیا اور راستے میں پھینک گئے۔ جسے ہمارے ایک عزیز اٹھا کر گھر لائے۔ آپ خود اندازہ کریں کہ جب ایک معصوم پر اتنا ظلم و تشدد کیا گیا تو باقی لوگوں پر کیا گزری ہو گی۔

الحقیقہ:۔ آپ نے جہادی تربیت مکمل کر کے واپس جا کر ماشاء اللہ مقبوضہ کشمیر میں بہت کامیاب کارروائیاں کیں۔ ان کے بارے میں بھی ہمارے قارئین کو کچھ بتائیں۔

(بقیہ آئندہ)

کیا قتال فی سبیل اللہ ہی جہاد اکبر ہے؟

ایک مفتی کی تلبیسی تحریر کا علمی محاکمہ

ابوالحسن جہادی

قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت

قتال فی سبیل اللہ سے مراد اللہ رب العزت کی رضا اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے قتال یعنی جنگ کرنا، میدان جنگ میں دشمنانِ دین سے نبرد آزما ہونا، اور لڑتے لڑتے غازی یا شہید کا درجہ پانا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیما (النساء:۷۴)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اسے ضرور ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

ترجمہ: اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا

و ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء و الولدن الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا ج واجعل لنا من لدنک نصیرا (النساء:۷۵)

ترجمہ: اور کیا ہے تمھیں کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے کمزور مرد اور عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال اس بستی سے جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

مزید ارشاد ہے

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا (النساء۔۷۶)

ترجمہ: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا گیا

و قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ و یکون الدین للہ فان انتھو فلا عدوان الا علی الظلمین (البقرہ۔۱۹۳)

ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو، پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا وجبت لہ الجنۃ (ترمذی)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کی راہ میں اتنا عرصہ تک بھی قتال کیا جتنا ایک اونٹنی کے دودھ دوہنے پر لگتا ہے۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، بشرطیکہ یہ قتال اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت سے ہو۔ (جاری ہے)

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی حقانیت

(چند قابل غور پہلو)

پروفیسر محمد حسین آسی

پردہ ہو لاکھ کینہ شمر و یزید کا
چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا
(حالی)

مومن اور منافق کی سوچ:۔ مومن تہ دل سے توحید و رسالت کا اقرار کرتا اور خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے سچے ایمان کی بنا پر اللہ کو اور پھر اس کے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا سب سے بڑا محبوب سمجھتا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ)

"اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔"

اور حدیث پاک میں ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری ومسلم)

"تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا تا آنکہ میں اسے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۔"

وہ بندۂ عشق ہوتا ہے اور عشق کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو عظیم سمجھا جائے۔ چنانچہ اسے کلام اللہ، رسول اللہ، نبی اللہ، ولی اللہ اور بیت اللہ سے اسلیے محبت ہے کہ ان سب چیزوں کی نسبت اللہ سے ہے اور یوں ہی اسے شہر رسول، دیار رسول، اصحاب رسول، اہل بیت رسول اور امت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس لیے پیار ہے کہ سب کا تعلق اس کے آقا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہے۔

اس کے برعکس منافق، زبان سے تو مصلحتاً توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے مگر اس کا دل تصدیق سے محروم رہتا ہے۔ وہ خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے یکسر خالی ہوتا ہے لہٰذا اس کے خانہ دل میں خدا اور رسول کی یا ان کے کسی محبوب کی محبت جلوہ گر نہیں ہوسکتی۔ وہ بندۂ نفس ہوتا ہے اور اپنی ہی نفسانیت کے جنگل میں گم رہتا ہے۔

اللہ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہو تو ان کی ملکیت پر یقین ہوتا ہے۔ مومن کتاب وسنت کے فیصلوں کے سامنے جھک جاتا ہے اور اپنی من مانی نہیں کرتا۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور)

"مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔" (کنز الایمان)

منافق ایمان سے خالی ہوتا ہے لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی اسے گراں گزرتا ہے۔ وہ اپنا فیصلہ خود کرتا ہے مگر دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے اس کو کسی نہ کسی بہانے، کوئی نہ کوئی دور کی کوڑی لا کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ظاہر کرتا ہے۔

امت مسلمہ کا موجودہ انتشار مومنانہ اور منافقانہ سوچوں کے

فرق کا نتیجہ ہے۔ مومن کا طرزِ فکر، طرزِ عمل اور طرزِ گفتگو خلوص، محبت اور اطاعت کا آئینہ دار ہے۔ مگر منافق اس کے برعکس ریاو تصنع، بغض وحسد اور سرکشی و بغاوت کا علمبردار ہے۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی کو تازہ فکری اور کج اندیشی کی بنا پر اپنی تخریب کو تعمیر اور جارحیت کو صالحیت کا نام دیتا ہے۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ○ (البقرہ)

"اور جوان سے کہا جائے' زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں"۔

مثلاً: موجودہ فرقہ وارانہ فضا میں اہل بیت اطہار کی عظمت بھی متنازع فیہ بن کے رہ گئی ہے۔ سوچیے اس موضوع پر اگر کوئی آیت یا روایت یاد نہ بھی ہو' تو بھی ان کی تعظیم کے لیے کیا اتنا علم ہی کافی نہیں کہ وہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہیں۔ اگر رسول خدا عظیم اور محبوب ہیں تو ان کے گھر والے بھی مومن کی نظر میں عظیم اور محبوب ہوں گے۔ یہ سوچ فطرت ایمان کا حصہ مگر منافق یہاں بھی اپنا آپ دکھانے سے باز نہیں آتا۔ اسے کلمے کی کوئی شرم نہیں، خدا کا کوئی ڈر نہیں' انجام کی کوئی فکر نہیں۔ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے جو منہ میں آتا ہے' بکے جاتا ہے۔

اب یہاں اسی مسئلے کو لیتے ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ کتاب وسنت کا فیصلہ پیش کرتے ہیں۔ منافقوں کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا ان سے تو امید انصاف وقبول نہیں' البتہ جو محض وسوسہ وتذبذب کا شکار ہیں' اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں۔

اہل بیت کے بارے میں قرآنی فیصلہ: سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہوا:

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى

"تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہوگئی ہے۔

فرمایا:

علی وفاطمۃ وولداھما (علی' فاطمہ اور ان کے دونوں لختِ جگر)

زرقانی صواعق غور فرمائیے۔ حب اہل بیت کی تلقین کس پیارے انداز میں کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان تبلیغ سے کس مومن کو انکار ہوسکتا ہے۔ یہ حضور ہادی کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا تو کرم ہے کہ شرک وکفر سے آلودہ جبینوں کو خدائے واحد ویکتا کے آستانے پر جھکایا' دلوں کو ایمان وعرفان سے منور کیا اور جہاں میں کامیابی کی راہیں کھول دیں۔ مومن اگر اس احسان عظیم کے زیر بار ہیں تو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے محبت رکھیں گویا محسن عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کنبہ سے محبت ہی اس بات کی علامت ہے کہ امتی اپنے آقا ومولا علیہ التحیۃ والثناء کے احسان شناس اور شکر گزار ہیں۔

ہم اس قرآنی صداقت کا اپنے ماحول میں روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ جو لوگ اہل بیت اطہار کے باغی ہیں' وہ حضور نبی الانبیاء علیہم التحیۃ والثناء کے احسان بلکہ وسیلے تک کے منکر ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یہ شعر ایسے ہی منکروں کے بارے میں لکھا ہے۔

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا!

اگلے جملے میں جس حسنہ (نیک کام) کا ذکر ہے' اس سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَلۡمَوَدَّۃُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آل رسول کی محبت) ہے۔ جملے کا مفہوم یہ نکلا کہ اہل بیت اور آل رسول کی محبت سے اعمال نیک کی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ بار بار ان چند الفاظ پر غور فرمائیں' یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ محبت اہل بیت ایمان کی علامت اور اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔

حب اہل بیت اور ایمان: اب اس قرآنی حقیقت کو کہ ایمان کا حب اہل بیت سے گہرا تعلق ہے ارشادات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں مزید نکھارا جاتا ہے بلکہ اس محبت کے دوسرے فوائد وثمرات بھی ضمناً درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم لَا يَدْخُلُ فِيْ قَلْبِ امْرِءٍ اِيْمَانٌ اِلَّا بِحُبِّ قَرَابَتِيْ (ترمذی)

"عبدالمطلب بن ربیعہ کا بیان ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا مگر میرے اہل بیت کی محبت کے ساتھ"۔

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُبْغِضُنَا اَهْلَ الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ (مستدرک زرقانی، صواعق)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ نے اسے جہنم میں ڈالا"۔

(۳) انہی سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَبْغَضَ اَهْلَ بَيْتِيْ فَهُوَ مُنَافِقٌ (احمد)

"جس نے بھی میرے اہل بیت سے بغض رکھا، سو وہ منافق ہے"۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اَبْغَضَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَهُوْدِيًّا.

"اے لوگو! جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا، قیامت کے دن اللہ اسے یہودی اٹھائے گا"۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نَحْنُ اَهْلُ بَيْتٍ مَفَاتِيْحُ الرَّحْمَةِ وَ مَوْضِعُ الرِّسَالَةِ وَ مَعْدَنُ الْعِلْمِ.

"ہم اہل بیت رحمت کی کنجیاں، محل رسالت اور علم کی کان ہیں"۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبُّ اَهْلِ بَيْتِيْ نَافِعٌ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ اَهْوَالُهُنَّ عَظِيْمَةٌ عِنْدَ الْوَفَاةِ وَ عِنْدَ الْقَبْرِ وَ عِنْدَ النُّشُوْرِ وَ عِنْدَ الْكِتَابِ وَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ. (جگر گوشہ رسول)

"میرے اہل بیت کی محبت سات سخت ہولناک مقامات پر فائدہ دے گی۔ وقت وفات، قبر میں، قبر سے اٹھتے ہوئے، اعمال نامہ ملتے وقت، حساب میں، میزان پر، پل صراط عبور کرتے ہوئے"۔

(۷) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبے کا دروازہ پکڑ کر روایت کی کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ (احمد)

"خبردار! تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا، جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا"۔

(۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حج میں عرفہ کے دن اپنی ناقہ قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ. (ترمذی)

"اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک انہیں تھامے رہو گے، گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت"۔

(۹) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی'
سیدہ فاطمہ' امامین حسنین علیہم الرضوان کے بارے
میں فرمایا:

اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَهُمْ
(ترمذی)

''جوان سے لڑے' میری اس سے لڑائی اور جس کی ان سے صلح' میری اس سے صلح ہے''۔

(۱۰) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ (بخاری)

''لحاظ کرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے اہل بیت میں''۔

الحاصل: اہل بیت کے بارے میں خدا اور رسول (جل وعلا فصل المولی علیہ وسلم) کا یہی فیصلہ ہے کہ امت ان سے محبت کرے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو منافق' یہودی' جہنمی اور مغضوب علیہ ہے۔ اللہ ہمیں اہل بیت کی سچی محبت سے سرفراز رکھے اور ان کے بغض سے محفوظ فرمائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تربیت کے بارے میں خصوصی پیغام دیا ہے۔ اسے ذہن نشین کیجیے۔ فرماتے ہیں:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ (سراج منیر شرح جامع صغیر)

''اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی ﷺ کی محبت آپ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن خوانی''۔

ترمذی شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین محبتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا یَغْذُوْكُمْ مِّنْ نِّعْمَتِهٖ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

''اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے رزق عطا فرماتا اور اللہ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت رکھو''

یعنی اللہ سے اس لیے محبت رکھو کہ وہ رزاق وکریم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی اور آپ کے اہل بیت سے محبت اس لیے مطلوب ہے کہ یہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔

خوب یاد رکھیں: اللہ خود پاک ہے اور پاک ہی سے محبت فرماتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطاہرین (مخلوق میں سے زیادہ پاک ہیں) اور ہر صغیرہ وکبیرہ بلکہ خلاف اولی سے بھی پاک ومعصوم۔ آپ کے اہل بیت سے محبت کا حکم بھی اسی لیے دیا گیا۔ وہ بھی ہر گناہ اور بدعقیدگی وبداخلاقی سے محفوظ ہیں۔ یقین نہ آئے تو قرآن سے پوچھیے۔

اہل بیت پاک ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔'' (کنز الایمان)

اس آیت کے آگے پیچھے ازواج مطہرات کا ذکر ہے لہٰذا اہل بیت میں انکا داخل ہونا تو بدیہی ہے' البتہ ان کے علاوہ متعدد روایات کے مطابق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ' سیدہ خاتون جنت اور امامین حسنین کریمین علیہم السلام کو بھی ان میں داخل کر لیا ہے۔

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوۃ کو ہر قسم کی اعتقادی' عملی اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی' اخلاقی صفائی اور تزکیہ ظاہر وباطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارت کامل

(جاری ہے)

چیچنیا

روسی مظالم کی دلخراش داستان

اکبر علی خان قادری

چیچن مسلمانوں کی روس کے خلاف جنگ آزمائی کی تاریخ دو چار سال نہیں بلکہ چار سو سال پرانی ہے چیچنیا کبھی روس کا حصہ نہیں رہا روس ہمیشہ یہاں استعمار کی شکل میں آیا۔ یہاں کے غیور مسلمانوں نے پہلا موقع ملتے ہی آزادی کا اعلان کر دیا اور سرخ ریچھ کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا۔ چیچن لوگوں کے بارے میں یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ سخت کوش، مشکل پسند اور شکست تسلیم نہ کرنے والے ہیں۔ چیچن راسخ العقیدہ مسلمان، فقہ حنفی کے پیروکار اور صوفیاء کرام کے سلاسل روحانیہ سے گہری وابستگی رکھنے والے لوگ ہیں۔ یہ علاقہ بالعموم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگان دین کا مرکز رہا ہے۔ وطن عزیز کے مایہ ناز نوجوان مذہبی سکالر ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے ایک دفعہ چیچنیا کے لوگوں کی روحانی سلاسل سے گہری وابستگی کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب میں بغداد شریف میں زیر تعلیم تھا تو ایک ساتھی طالب علم سے جو چیچنیا کا رہنے والا تھا۔ پوچھا کہ کیا تمھارے لوگ بھی سرکار غوث پاک شہنشاہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقف و آگاہ ہیں۔ وہ حیرت سے کہنے لگا تم واقفیت اور آگاہی کی بات کرتے ہو ان لوگوں کی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عقیدت و نیاز مندی کا عالم یہ ہے کہ بے وضو سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک زبان پر لانا پسند نہیں کرتے۔

چیچن لوگوں کے فکری و نظریاتی، ایمانی و روحانی اور اعتقادی و عملی ڈانڈے صوفیاء کرام سے ملتے ہیں۔ تصوف ان کے رگ و ریشے میں رچا بسا ہے۔ وہ پیروں فقیروں کے ماننے والے صوفیا کے مزاروں پر عرسوں کی محفلیں جمانے والے صوفیائے کرام کے بے دام غلام اور اہلسنت سواد اعظم سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اس حقیقی اسلام سے گہری وابستگی نے ان کے اندر جذبۂ جہاد کو یوں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے کہ آج چار سو سال سے زیادہ عرصہ ہونے کو ہے، یہ مجاہد و جانباز لوگ روس جیسی استعماری طاقت کو بارہا ناکوں چنے چبوا چکے ہیں۔ دشمنوں کی خون آشام یلغار، عالمی طاقتوں کی بے ضمیری اور اپنوں کی بے وفائی کے باوجود صوفیاء کرام کے روحانی فیض کی برکت سے کبھی انکے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

چیچنیا کی بطور مسلم ریاست موجودہ آزاد حیثیت کا سنگ بنیاد ۱۹۱۸ء میں ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے بعد رکھا گیا۔ جب شمالی قفقاز کے مسلمانوں نے آزادی کا اعلان کیا اور ایک مسلم مملکت کی بنیاد رکھی۔ جس میں چیچنیا، افغانستان، داغستان اور دو دوسری ریاستیں شامل تھیں۔ اس آزاد ریاست کو ہنگری، آسٹریلیا، ترکی اور برطانیہ کی طرف سے باقاعدہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد چاہیے تھا کہ بالٹک ریاستوں کی طرح اس ریاست کی آزادی کو بھی تسلیم کر لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ مہذب دنیا کو اس موقع پر نہ بین الاقوامی قانون یاد آیا نہ انسانی حقوق کے تقاضے نظر پڑے اور نہ ہی عالمی روایات آڑے آئیں۔ مغربی اقوام میں سے کسی کی طرف سے چیچنیا کے لوگوں کے حق آزادی کے لیے آواز بلند ہوئی اور نہ مسلم حکمرانوں میں سے کسی کو انکے لیے کردار ادا کرنا نصیب ہوا۔ بلکہ بے حسی، بے حمیتی اور مفاد پرستانہ رویئے کی انتہا ہے کہ ایران نے اسے روس کا اندرونی معاملہ قرار دے کر نہ صرف چیچنیوں کی جدوجہد آزادی کا مذاق اڑایا بلکہ امت مسلمہ کی پشت

میں خنجر گھونپ دیا۔ کویت میں برسرِ اقتدار وہابیت نے بھی اس موقع پر اپنی مسلم بیزاری کا کھل کر مظاہرہ کیا۔ بلکہ روس کے ساتھ ایک معاہدہ بھی کرڈالا کہ دونوں ملک شمالی قفقاز میں دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ہیں اور کویت روس کو یہ معلوم کرنے کے لیے امداد فراہم کرے گا کہ چیچن ری پبلک کی مالی امداد کن ذرائع سے ہو رہی ہے۔ قارئین محترم ان دونوں مسلم ممالک میں سے ایک کی باگ ڈور شیعیت کے ہاتھ میں ہے اور ایک کی وہابیت کے۔

ع پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے

چیچنیا کے الگ آزاد خودمختار مملکت ہونے کے حوالے سے یہ حقیقت بھی بڑی اہم ہے کہ موجودہ روسی فیڈریشن کے قیام سے بہت پہلے 1991ء میں سوویت یونین کے زوال کے فوراً بعد چیچن عوام نے باقاعدہ انتخابات کے ذریعے اپنی قومی کانگریس اور پارلیمنٹ کا چناؤ کرلیا تھا۔ دنیا کے لیے خصوصاً انسانی حقوق کے علمبردار امریکہ اور یورپی ممالک کے لیے کوئی وجہ نہ تھی کی وہ چیچنیا کی آزاد مملکت کو تسلیم نہ کرتے ۔مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ 1992ء میں روس نے دراندازی کی کوشش کی مگر چیچن جانبازوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ چیچنیا کی آزاد جمہوریہ جنرل جوہر دودائف کی قیادت میں کام کرتی رہی۔

دم توڑتا ہوا روسی استعمار اپنے اندر یہ ہمت نہیں رکھتا تھا کہ آزاد چیچن مملکت کی طرف بری نگاہ بھی ڈال سکتا' کہ اچانک آئی ایم ایف کی 6.2 ارب ڈالر کی امداد نے اسکی اکھڑتی سانسوں کو بحال کر دیا۔ دسمبر ۹۴ء میں روسی افواج نے کھلی جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے چیچنیا پر حملہ کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم چھ گھنٹے میں ریاست پر مکمل قبضہ کرلیں گے۔ مگر یہ خواب وخیال ثابت ہوا۔ جنگ دو سال تک چلی۔ چیچن مجاہدین نے جنگی تاریخ کے وہ عظیم کارنامے رقم کیے جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ آخرکار روسی افواج کو چیچن جانبازوں کی مختصر سی جمعیت کے ایمانی جذبوں کے ہاتھوں انتہائی شرمناک ہزیمت اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ دو سال جاری رہنے والی اس سامراجی جنگ میں ایک لاکھ سے زیادہ چیچن شہید ہوئے۔ ملک کا بڑا حصہ کھنڈر میں بدل گیا۔ سائبیریائی درندے جاتے ہوئے انسانیت کے قتل عام کے لیے ایک کروڑ ستر لاکھ بارودی سرنگیں بچھا گئے۔ دو سالوں میں چیچنیا کی چھوٹی سی ریاست پر اتنا بارود پھینکا گیا جتنا دوسری عالمی جنگ میں پورے یورپ کے محاذ پر استعمال ہوا تھا۔ دو سال بارود برستا رہا۔ بستیاں اجڑتی رہیں۔ لوگ بے گھر ہوتے رہے۔ انسانیت' سسکتی' تڑپتی' ظلم کے خلاف سراپا احتجاج بنی چیخ و پکار کرتی رہی مگر عالمی ضمیر نامی شے کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ جمہوریت کے فروغ کے نعرے لگانے والے سو گئے، انسانی حقوق کے نغمے الاپنے والے خاموش تماشائی بنے رہے، شہری آبادیوں کو ظلم و تشدد سے بچانے کی بات کرنے والے اور نسل کشی کو بین الاقوامی جرم قرار دے کر اس کے خلاف احتجاج کرنے والے، اپنے عالمی نظام کو اپنے ہی ہاتھوں نامعلوم کس اندھیری گور میں دفن کر آئے انکے منافقانہ چہروں کی مکروہ حقیقت دنیا پر واشگاف ہوگئی۔ عالمی نظام کے پروہتوں نے کاروباری اغراض اور سیاسی مفادات کی لکشمی کے سامنے چپ سادھ لی۔

مگر چیچنیا کے کمزور نہتے اور تہی دامن مجاہدین کے عزم و ہمت جرأت و بہادری اور شجاعت و استقلال کو سلام کرنا پڑتا ہے کہ عالمی ڈیروں کی منافقانہ خاموشی، روس نواز رویئے اور کھلی چھپی حمایت کے باوجود چیچن فدائیوں نے ۹۴ء۔۹۶ء کی جنگ میں نہ صرف روس کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا بلکہ اسے مذاکرات کی میز پر بیٹھنے پر بھی مجبور کر دیا۔ روس اور چیچنیا میں باہمی تعلقات بحالیٔ امن اور تشدد کی روک تھام جیسے امور پر معاہدے ہوئے بین الاقوامی قانون کے ماہرین نے ان معاہدوں کے وجود میں آنے کو چیچنیا کی خودمختار ملک کی حیثیت کے قانونی طور پر تسلیم کیے جانے کا بین ثبوت قرار دیا۔

امریکہ کیا الینوائے یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر فرانسس اے بوائل نے روس چیچن معاہدے کی ایک ایک شق کا تجزیہ کر کے ثابت کیا کہ یہ چیچنیا کی آزادی کو تسلیم کرنے کا معاہدہ ہے۔ مگران تمام حقائق کو نظرانداز کرتے ہوئے روس نے ستمبر 99ء میں ایک بار پھر چیچنیا پر جدید ترین جنگی ہتھیاروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اب کے قریباً وہی جنگی حکمت عملی اپنائی گئی جو امریکہ نے عراق میں اپنائی تھی روزانہ ۱۲۵ سے ۲۰۰ تک فضائی حملے کیے گئے۔ ہر حملے میں ۱۵ سے ۲۵ جہاز استعمال ہوئے یوں روزانہ ہزاروں ٹن آگ شہری آبادیوں پر برسائی گئی۔ (جاری ہے)

کربلا کا پیغام

مولانا محمد ادریس
سابق ایڈیٹر البلاغ بنگلور

''کربلا'' کا نام آتے ہی قلب وذہن میں ۶۱ھ کے اس خونیں واقعہ اور حادثہ عظیم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جو اپنی واقعیت، نوعیت اور مقصدیت کے لحاظ سے تاریخ کے اور دوسرے واقعات میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کہ یہ واقعہ عجیبہ ہر نسل انسانی کے لیے رہنمائے منزل ہے۔ ہر چشم بینا کے لیے درس بصیرت ہے اور ہر دو نور وحق کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

دنیا میں اور بھی خونیں واقعے ہوئے۔ بڑے بڑے انقلاب آئے۔ عجیب عجیب حادثات رونما ہوئے مگر ''واقعہ'' کربلا ایک

ہی وقت میں اپنی مظلومت کے اعتبار سے جہاں قلب انسانی میں سوز وگداز پیدا کرتا اور درد والم کے طوفان برپا کرتا ہے وہاں ذہن کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو بھی جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کرتا ہے۔ یہ حق میں صعوبتیں جھیلنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے اور اشاعت دین کے لیے پر خار وادیوں اور سنگلاخ زمینوں سے گزرنا بھی سکھاتا ہے اس میں جذبۂ جاں سپاری بھی ہے اور قضا وقد ر کے فیصلوں کے سامنے تسلیم ورضا کی کیفیت بھی۔ اس میں زندہ رہنے کا سلیقہ بھی ہے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا انداز بھی یہ واقعہ بتاتا ہے۔۔۔ ''خاک اور خون'' ۔۔ دنیا ئے زر وجوار سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔۔۔ دنیا کے عیش و آرام کے مقابلے میں قید و بند کی صعوبتیں زیادہ پیاری ہوتی ہیں۔۔۔ آل اولاد کی خوشحالی سے چمن اسلام کی بہار اور شادابی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔۔ باغ دنیا کے حسین پھولوں اور سرسبز روشوں کی بجائے تپتے ہوئے صحراؤں کی آبلہ پائی میں لذت وآسودگی ملتی ہے۔۔۔ عزیز بھائیوں اور بیٹوں کی سسکتی اور تڑپتی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر صبر وضبط کا دامن نہیں چھوڑا جاتا۔۔۔ زندہ جاوید ہونے کے لیے خون میں تڑپنے کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔۔۔
جنت کے باغوں میں ٹہلنے کے لیے زیر خنجر سجدہ ادا کیا جاتا ہے۔۔۔۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ دیکھو۔۔۔۔ کربلا کے میدان میں ایک دو نہیں، دس بیس نہیں، بہتر کی بہتر لاشیں جوانوں کی اور بچوں کی، بھائیوں کی بھتیجوں کی، بھانجوں کی اور بیٹوں کی خاک اور خون میں لپٹی ہوئی۔ ایسے منظر کو دیکھ کر تو دل کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔ جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ دل کا خون آنکھوں کے رستے بہتا ہے۔ کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ بازو شل ہو جاتے ہیں دماغ سن ہو جاتا ہے آنکھیں پتھر ہو جاتی ہیں اور دنیا اندھیرا معلوم ہوتی ہے۔ مگر مہمان کربلا اور سارے قافلہ کا حال دیکھو۔۔ نہ دل کی دھڑکن میں کوئی تیزی نہ فیض کی رفتار میں کوئی سستی نہ جبیں پر کوئی شکن۔ نہ آنکھ میں نہ قدموں میں لغزش۔ نہ ہاتھوں میں رعشہ، اپنی جگہ ایک مستقل چٹان، ایک پیکر استقامت صبر مجسم دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے سامنے بڑے چھوٹے سب چلے گئے دکان لٹ گئی، اب محبت کے بازار میں جیب کی آخری پونجی لگانے کا وقت آ گیا اور مرد مومن نے موت کے آئینہ میں محبوب حقیقی کا جلوہ دیکھ کر جبیں نیاز زمیں

پر رکھ دی۔ نمازِ عشق کا آخری سجدہ ادا کیا اور شہادت عظمیٰ کا مرتبہ پا لیا۔ ۶۱ ھ سے محرم کا چاند ہر سال آسمان پر طلوع ہوتا ہے اور کربلا کی طرف اشارہ کر کے دنیا والوں سے پوچھتا ہے کہ۔۔۔۔ تم میں کون ہے جوان کی پکار پر لبیک کہے۔۔۔۔ کون ہے جوان کی آواز پر دوڑے۔۔۔ کون ہے جو "اسوۂ حسینی" سے سبق سیکھے۔۔ کون ہے جو اعلائے کلمۃ الحق کے لیے گھر بار چھوڑنے پر تیار ہو۔

زیر خنجر سجدہ کرنے والوں کی یاد منانے میں ان انسانوں کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جو صبح کی نماز کے لیے تکیے سے سر نہ اٹھاتے ہوں۔ خون سے وضو کرنے والوں کا ذکر ان کو کیا بھلا لگے گا۔ جو معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ مجاہدان حق کی تلواروں کی جھنکار وہ کیا سنیں گے جو ساز کے نغموں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ شہیدوں کے خاک اور خون میں تڑپنے کا فراں ان کو کیا معلوم جو دولت اور شراب کے نشہ میں مست و مخمور ہوں۔ سر کٹانے والوں کی کیفیت کا ان کو کیا اندازہ ہو سکتا جو کسی اور کے حسن کی چوکھٹ پر اپنا سر جھکائے ہوئے ہوں۔ کربلا سے یہ آواز آتی ہے اور ہر سال آتی ہے اور دسویں تاریخ کی رات سناٹے میں ڈوبتی چلی جاتی ہے کہ

"بہن اللہ سے ڈرو اور اسی سے تسکینِ طلب کرو اچھی طرح جان لو کہ تمام اہل زمین مر جائیں گے، آسمان والوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ میرے والد میری والدہ اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ کی ذات کے نمونے سے صبر حاصل کرو، اے میری بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا اپنا چہرہ نہ نوچنا اور آہ و بکا نہ کرنا (شہادت کی رات حضرت امام حسین کی اپنی بہن حضرت زینب کو تلقین۔ علی وجدہ وعلیہ السلام)

☆☆☆☆

جلال عشق

نبی کے لال تیری ابتلا کے کیا کہنے
تیرے کمالِ خلوص و وفا کے کیا کہنے
شہا عزیمت و صبرو رضا ہیں متحیر
تیری عزیمت و صبر و رضا کے کیا کہنے
خرد کی مصلحت اندیشیاں نہ روک سکیں
جلال عشق رسول خدا کے کیا کہنے
بجھا سکے نہ اسے ظلم و جور کے طوفاں
چراغ عظمتِ صدق و صفا کے کیا کہنے
نہ لب پہ آہ نہ پیشانی پہ شکن کوئی
شہید اعظم دین ھدیٰ کے کیا کہنے
رسول پاک کے ہمشکل، اے علی اکبر
تیری بسالت و طرز وفا کے کیا کہنے
ہر ایک قوت خیبر شکن کا وارث ہے
سو خانوادہ شیر خدا کے کیا کہنے
اسے تو خونِ رگِ مصطفےٰ نے سینچا ہے
اجی تقدسِ کرب و بلا کے کیا کہنے
بنایا آسی کو اپنا جو شیخ کامل نے
تو اس کریم کے لطف و عطا کے کیا کہنے

(صلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم)

پروفیسر محمد حسین آسی

☆☆☆☆☆

پیغام

محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

مرکزی امیر کاروان اسلام

مجلہ الحقیقہ کا اجراء ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔ یہ دیکھ کر دلی خوشی ہوئی کہ الحقیقہ اپنے قاری کو علم و تحقیق کا ایک معیار دیتا ہے۔ خصوصاً آپ کا اداریہ اور دیگر تحریریں بڑی معیاری، معلوماتی اور دلنشیں ہوتی ہیں۔ بہرحال بہتری کیلئے ابھی بہت سی گنجائشیں موجود ہیں۔ جامعہ انوار لاثانی کا منصوبہ بھی بڑا اہم ہے۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ کے علاقہ میں دینی تعلیم و تدریس کیلئے کسی اچھی درسگاہ کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔

پیغام

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی

مرکزی مجلس رضا لاہور

مجلہ الحقیقہ اپنے اجراء کے دن سے مجھے مل رہا ہے پڑھ کے دل خوش ہو جاتا ہے۔ خصوصاً آپ کے قلم کی گل پاشیاں روح کو سکون و اطمینان عطا کرتی ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے کام بڑے حوصلے اور ہمت سے شروع کئے جاتے اور چلائے جاتے ہیں۔ تنقید کرنے والے زیادہ اور ہمت افزائی والے کم ہوتے ہیں۔ بعض اوقات مہینوں کام کرتے گذر جاتے ہیں کسی طرف سے حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔ آپ نے پنجاب کے ایک غیر معروف گوشے میں بیٹھ کر کام کا آغاز کیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ایک قابل تقلید مثال ہے

Monthly
MUJALLA-TUL-HAQIQA
REDG. NO.
HC(G)-663

حضور تاجدارِ ختم نبوتؐ کی یاد میں

چھٹی سالانہ

میلاد کانفرنس

مورخہ 20 اپریل
بروز جمعۃ المبارک



بمقام
مرکزی جامع مسجد نور شکر گڑھ

نماز جمعہ سے رات 2 بجے تک

زیر قیادت
پروفیسر محمد حسین آسی

خطاب
علامہ ضیاء الدین صدیقی

خطاب
مفتی غلام قمر الدین سیالوی

زیر صدارت
حضرت پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب
علی پور شریف

خصوصی خطاب
علامہ پیر سید فدا حسین شاہ صاحب
حافظ آبادی

زیر نظامت
محمد محبوب عارف

زیر نقابت
غلام مصطفےٰ مجددی

منجانب
ادارہ تعلیماتِ مجددیہ / بزم لاثانی پاکستان
شیران اسلام پاکستان